جلد ۱۴ | احسان ۱۳۵۲ هش | شماره ۶

جون ۱۹۵۳ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ چھہتر پیسے

ابتلاء درنور [illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

احسان ۱۳۵۲ ہش

جمادی الاول ۱۳۹۲ ہجری جون ۱۹۷۲ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

قیمت سالانہ
آٹھ روپے

فی پرچہ
پچھتر پیسے

فہرست مضامین

پبلشر ...... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ...... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت ...... دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۴ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ شمارہ ۶

احسان ۱۳۵۲ ہش

بنی آدم کو از سرِ نو حقیقی معنوں میں اشرف المخلوقات بنانے کی ذمہ داری

احمدی ہونے کی حیثیت میں ہمارے اہم فرائض اور انکی ادائیگی کا طریق

انسان کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ درجہ کے متناسب قوےٰ، طاقتیں، صلاحیتیں اور استعدادیں عطا فرمائی ہیں۔ اِن متناسب قویٰ، طاقتوں، صلاحیتوں اور استعدادوں کی وجہ سے ہی اسے تمام دوسری مخلوقات پر فضیلت عطا کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۷۱)

اور ہم نے بنی آدم کو بہت شرف بخشا ہے اور انہیں خشکی اور تری میں اٹھایا ہے اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ہے اور جو مخلوق ہم نے پیدا کی ہے، اس میں سے ہر قسم کی مخلوق پر انہیں بڑی فضیلت دی ہے۔

اِسی فضیلت کی بناء پر ہی انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس فضیلت کا انحصار اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قوےٰ طاقتوں، صلاحیتوں اور استعدادوں سے صحیح رنگ میں فائدہ اٹھانے پر ہے۔ اگر ان سے صحیح رنگ میں فائدہ نہ اٹھایا جائے تو انسان اشرف المخلوقات کے مقام سے گر کر جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ (الاعراف آیت ۱۸۰)

اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو (رحمت کے لئے) پیدا کیا ہے مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر جہنم کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل تو ہیں مگر ان کے ذریعہ سے وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں تو ہیں مگر ان کے ذریعہ سے وہ دیکھتے نہیں، ان کے کان تو ہیں مگر ان کے ذریعہ سے وہ سنتے نہیں۔ وہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ وہ بالکل بے خبر یعنی جاہل ہیں۔

اس آیت سے صاف عیاں ہے کہ ہرچند کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اسے تمام دوسری مخلوقات پر فضیلت بخشی ہے تاہم اس شرف اس بزرگی اور اس فضیلت کا تمام تر دارومدار اس امر پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو اعلیٰ درجہ کے متناسب قوی طاقتیں، صلاحیتیں اور استعدادیں عطا کی ہیں۔ انہیں وہ صحیح رنگ میں استعمال میں لائے بصورت دیگر یعنی ان سے صحیح رنگ میں فائدہ نہ اٹھانے کی صورت میں وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ بدتر اس لئے کہ جانوروں کو جو طاقتیں اور استعدادیں عطا کی گئی ہیں۔ ان کی حیثیت محض جبلی خواص کی ہے۔ ان کے لئے ان کے اظہار کا جو انتہائی محدود دائرہ مقرر کیا گیا ہے وہ اس سے باہر نہیں جا سکتے۔ ان کے اندر اگر کوئی ضرر پہنچانے کا پہلو ہے تو وہ جبلی دباؤ کے زیر اثر بروئے کار لاتے ہیں اس میں وسعت پیدا نہیں کر سکتے۔ لیکن انسان اگر اپنی قوتوں اور استعدادوں کو غلط رنگ میں استعمال کرنے کی طرف مائل ہو جائے تو وہ عقل کی مدد سے خود اپنے آپ کو اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کے ایسے ایسے طریقے نکال لیتا ہے کہ جانوروں اور درندوں کا ضرر ان کے آگے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا۔ درندہ اپنی جبلت کے زیر اثر صرف اسی انسان کو چیر پھاڑ کر رکھ دے گا جو اس کے سامنے جائے گا۔ لیکن انسان جب اپنی استعدادوں کو غلط رنگ میں استعمال کر کے درندہ کا روپ دھارتا ہے تو وہ ایٹم بم ایجاد کرتا اور چشم زدن میں ملکوں اور وسیع علاقوں میں بسنے والے جانداروں کو کالعدم کرنے پر اتر آتا ہے۔ پھر وہ اس حالت میں جانوروں سے بھی بدتر ہوا یا نہیں۔ سو گویا انسان اشرف المخلوقات تو ہے لیکن صرف اس صورت اور اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ تمام طاقتوں، صلاحیتوں اور استعدادوں کو صحیح رنگ میں استعمال کرے اور اگر نہیں کرتا تو پھر وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا طریق ہے کہ جسے اختیار کر کے انسان اپنی قوتوں، صلاحیتوں اور استعدادوں

کو صحیح رنگ میں استعمال کر سکتا اور اس قابل ہو سکتا ہے کہ اپنے اشرف المخلوقات ہونے کے رفیع الشان مقام کو برقرار رکھ سکے۔ سو اس کا جواب اللہ تعالےٰ نے یہ دیا ہے کہ انسان جملہ مخلوقات میں اپنے خصوصی شرف کو صرف اسی طرح برقرار رکھ سکتا ہے کہ وہ اس غرض کو پورا کرنے والا بنے جس کی خاطر اسے پیدا کیا گیا ہے اور وہ غرض ہے عبودیت کاملہ کا حصول جیسا کہ فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات آیت ۵۱)

یعنی میں نے بڑے اور چھوٹے سب قسم کے انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میرے عبد بنیں۔ عبودیت کا کمال یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی صفات کا نقش اپنی ہستی پر جمائے اس طور پر کہ اس کی اپنی ہستی اس نقش کے سایہ میں آجائے اور اس کا کوئی حصہ باقی نہ اس الٰہی سایہ سے باہر نکلا ہوا نہ رہے۔ گویا وہ اپنی ہستی میں اللہ تعالےٰ کی صفات کا مظہر بن جائے۔ اسی مقصد کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ یعنی اپنے تئیں اللہ تعالےٰ کے اخلاق اور صفات سے مزین کرو۔

پھر اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کا یہی فرض قرار نہیں دیا کہ وہ خود عبودیت میں کمال حاصل کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی صفات کا مظہر بنائیں بلکہ ان کے لئے یہ بھی ضروری قرار دیا کہ وہ دوسروں کو بھی اسلام کے دائرے میں داخل کر کے انہیں بھی وہ راہیں اختیار کرنے کی تلقین کریں کہ جن پر چلکر وہ بھی عبودیتِ کاملہ کے وصف سے متصف ہوں اور اس طرح صفاتِ الٰہیہ کے مظہر بنیں۔ چنانچہ فرماتا ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝
(البقرہ آیت ۱۳۹)

(اے مسلمانو! تم دوسرے لوگوں سے کہو ہم نے تو) اللہ کا رنگ اختیار کر لیا ہے اور اللہ کے رنگ سے بہتر اور کونسا رنگ ہو سکتا ہے۔ ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کے رنگ میں رنگین ہیں۔

دوسروں سے یہ بات کہنے کا بجز اس کے اور کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ انہیں بھی اسلام کی دعوت دی جائے۔ اور انہیں اسلام کے دائرہ میں داخل کر کے عبودیتِ کاملہ کے وصف سے متصف اور صفاتِ الٰہیہ سے مزین کیا جائے۔ تاکہ وہ بھی اشرف المخلوقات ہونے کے اعزاز کو برقرار رکھ سکیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک انسان عبودیت میں کمال حاصل کر کے اپنے آپ کو صفاتِ الٰہیہ کا مظہر نہیں بناتا وہ اس فضیلت کا حقدار نہیں بن سکتا جو اللہ تعالےٰ نے جملہ مخلوقات میں بنی آدم کو عطا کی ہے۔ اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی قوتوں صلاحیتوں اور استعدادوں کو اس طرح استعمال میں لائے اور ان سے اس رنگ میں فائدہ اٹھائے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین ہو کر اس کی صفات کا مظہر بن سکے۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ کی نگاہ

میں اس کا حقیقی عبد قرار پا سکے۔ بصورت دیگر اس کے اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ کا مصداق بننے کا خدشہ موجود رہے گا

تمام انبیاء علیہم السلام دنیا میں اسی لئے مبعوث کئے گئے کہ تا وہ انسانوں کو اپنی خداداد صلاحیتوں اور استعدادوں کو صحیح رنگ میں استعمال میں لانے اور اس طرح عبودیت کاملہ کے وصف سے متصف ہوتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی صفات کا مظہر بننے کا درس دیں۔ جب نوعِ انسانی اپنے ظاہری قوے طاقتوں، صلاحیتوں اور استعدادوں کے لحاظ سے ترقی کرتے کرتے اپنے کمال کو پہنچ گئی تو اللہ تعالےٰ نے اپنی کامل ترین شریعت یعنی قرآن مجید کے حامل صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو مظہرِ اتم الوہیت ہونے کا اعلان کرنے کا ان الفاظ میں حکم دیا:۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (الانعام ۱۶۳-۱۶۴)

تُو ان سے کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت (الغرض میری ہر حرکت و سکون رب) اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی امر کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کا سب سے پہلا اور سب سے بڑھ کر فرمانبردار ہوں

چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم تھے اس لئے اللہ تعالےٰ نے قیامت تک کے واسطے تمام انسانوں کے لئے آپ کی اتباع اور پیروی لازمی قرار دی اور تمام بنی نوعِ انسان کو یہ امر ذہن نشین کرانے کے لئے کہ تم اس عبدِ کامل اور اس مظہرِ اتم الوہیت کی پیروی کے بغیر میرے رنگ میں رنگین ہی نہیں ہو سکتے۔ آپ کو یہ اعلان کرنے کا بھی حکم دیا:۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (آل عمران آیت ۳۲)

تُو کہہ کہ (اے لوگو!) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو (یعنی اس کے رنگ میں رنگین ہونا اور اس کی صفات کا مظہر بننا چاہتے ہو) تو میری اتباع کرو (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) اللہ بھی تم سے محبت کرے گا (یعنی تمہیں اپنی صفات کا مظہر بنا دے گا) اور وہ تمہارے قصور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے اور باربار رحم کرنے والا ہے۔

پس انسانی شرف اور بزرگی اس امر پر موقوف ہے کہ انسان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کرتے ہوئے اپنی خداداد طاقتوں، صلاحیتوں اور استعدادوں کو اس رنگ میں بروئے کار لانے کہ وہ اللہ تعالےٰ کا حقیقی معنوں میں عبد بن سکے اور اپنے آپ کو صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بنا سکے۔ مسلمانوں کا نہ صرف یہ فرض ہے کہ وہ خود آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کی کامل پیروی اختیار کرتے ہوئے صفاتِ الٰہیہ کے مظہر بنیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر یہ فرض بھی عائد کیا گیا ہے کہ وہ باقی دنیا کو بھی راہ راست پر لاکر بعینہٖ اسی طرح انہیں بھی صفات الٰہیہ کا مظہر بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی غرض سے مبعوث فرمایا تا آپ مسلمانوں کو از سرِ نو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی و اتباع کی برکت سے صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بنائیں اور دوسری اقوام کو بھی تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ اسلام میں داخل کرکے انہیں بھی اسی قابل بنائیں کہ وہ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر بنیں اور اس طرح شرفِ انسانی پوری طرح پھر بحال ہو اور بنی آدم کا اشرف المخلوقات ہونا پھر ایک زندہ حقیقت تسلیم کی جانے لگے ۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو اسی لئے قائم فرمایا ہے کہ تا وہ روئے زمین پر بسنے والوں کو اسلام کی طرف دعوت دے کر اپنی ہی طرح انہیں بھی اللہ تعالیٰ کے حقیقی عباد بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں ۔ اور اس راہ میں مخالفین حق کی طرف سے جو مشکلات بھی کھڑی کی جائیں اور کفر کے فتوے لگاکر اور انہیں مسلمان نہ گردان کر جو اذیتیں بھی پہنچائیں، ان کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کریں ۔ کیونکہ یہ خدا کا فیصلہ اور اٹل تقدیر ہے کہ وہ اس مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے خواہ مخالفین حق انہیں ناکام بنانے میں ایڑی چوٹی بلکہ ناخنوں تک کا زور کیوں نہ لگائیں ۔ ان کے سب مخالفانہ منصوبے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملیا میٹ کر دیئے جائیں گے ۔ اسلام دنیا میں غالب آکر رہے گا ۔ اور بنی آدم اشرف المخلوقات ہونے کے منصب پر از سرِ نو فائز ہوکر رہیں گے ۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ مئی ۱۹۷۳ء میں احباب جماعت کو توجہ دلائی ہے اور اس طرح ایک احمدی کے اصل مقام کو واضح فرمایا ہے ۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا :-

”حقیقت یہی ہے کہ اجتماعی زندگی میں انسان اشرف المخلوقات اس لئے ہے کہ انسانی برادری میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم اور جلیل انسان پیدا ہوا ۔ جس کا روحانی مقام عرشِ ربِّ کریم پر ٹھہرا ۔ اور انسان اشرف المخلوقات اس لئے ہے کہ انسانی برادری نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل صحابۂ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جیسے انسانوں کو جنم دیا اور آج ان کو جنم دیا جن کے متعلق خدا نے آسمانوں سے آواز دے کر کہا ع

صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

گویا انسان کو حقیقی معنوں میں اشرف المخلوقات بنانا ان کی تہذیب اخلاق یعنی ان کے اخلاق کو درست کرنا، ان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا سبق دے کر خدائے واحد و یگانہ کی طرف لانا ان کے دلوں میں خدا کی محبت پیدا کرنا

اور ان کے اندر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا جذبہ اس طور پر پیدا کرنا کہ ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جائے آج یہ ہمارا کام ہے ۔ یہ ساری کوششیں ہم نے کرنی ہیں ۔ ہم نے ان کو اس مقام تک لانا ہے ۔ جو اشرف المخلوقات کی حیثیت سے انسان کا مقام ہے اور یہ انشاءاللہ ہو کر رہے گا کیونکہ یہ خدا کا وعدہ ہے ' یہ خدا کا فیصلہ ہے ' یہ ضرور پورا ہو کر رہے گا ۔ اس کے خلاف غیر اللہ کی جو آوازیں آئیں ہمیں ان کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ وہ ان لوگوں کی زبانوں سے نکلتی ہیں جو ہمارے نزدیک حقیقی معنوں میں عبادت نہیں کرتے ان کی آنکھوں میں محبتِ الٰہی کے انوار کا فقدان ہے ، ان کے کان اپنے رب کے پیار کی آواز سننے کے قابل نہیں ' اور ان کے ناک اپنے رب کے پیار کی خوشبو سونگھنے کے قابل نہیں ۔ اگر ایسے لوگ حقارت کا اظہار کرتے ہیں تو ہمیں ان کی کیا پرواہ ہے ۔" (الفضل ۱۲ مئی ۱۹۷۳ء)

آخر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احبابِ جماعت کو ان کے فرائض کی طرف ایک دفعہ پھر توجہ دلاتے ہوئے مزید فرمایا :-

"میں نے ایک احمدی کا جو صحیح مقام ہے وہ آپ کو سمجھا دیا ہے ۔ آپ دعائیں کریں اور اس مقام پر مضبوطی سے قائم رہیں کیونکہ ہمارے لئے جو وعدے ہیں اور ہمیں جو بشارتیں ملی ہیں وہ اس شرط کے ساتھ ملی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں جس مقام پر سرفراز فرمایا ہے اس کو بھولنا نہیں اور اس کو چھوڑنا نہیں ۔ خدا تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا ہے ' آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتے رہنا ہے ، اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھنا ، بے لوث خدمت میں آگے رہنا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے ، اور جب دنیا پیار کو کلی طور پر قبول کرنے سے انکار کر دے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو یاد رکھنا ہے کہ

"آؤ نمازیں پڑھیں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں ۔"

اور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ رحمتِ الٰہی کو جذب کر کے اور مستانہ وار اپنے رب کریم کی طرف رجوع کر کے خدائے قادر و توانا کی غیرت کے عظیم نشان دیکھنے کی کوشش ہمارا فرض ہے ۔ ایسے حالات میں ہماری یہ دعا ہوگی کہ اے رحیم خدا ! ہمیں مقبول دعاؤں کی توفیق عطا فرما تو جس کے نتیجہ میں ظلمات خدا کے نور سے بدل جائیں اور دنیا وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا (الزمر آیت ۷۰) کا نظارہ دیکھنے لگ جائے ۔" (الفضل ۲۳/۵/۷۳ء صفحہ ۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں احمدی ہونے کی حیثیت میں اپنے مقام سمجھنے اور اس ضمن میں ہم پر عائد ہونے والے فرائض کو کمال مستعدی اور خوش اسلوبی سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

خدائی جماعتوں پر آنے والے ابتلاؤں اور امتحانوں کی اغراض

کچوں اور پکوں میں امتیاز، مومنوں اور منافقوں میں فرق کا اظہار، حقیقتِ ایمانی کا انکشاف

دوسرے لوگوں پر مومنوں کی خوبیوں کا اظہار

"جب سے نبوت کا سلسلہ جاری ہوا ہے یہی قانون چلا آیا ہے کہ قبل از وقت ابتلاء ضرور آتے ہیں تا کچوں اور پکوں میں امتیاز ہو اور مومنوں اور منافقوں میں بیّن فرق نمودار ہو۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔ یہ لوگ یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ صرف اتنا ہی کہنے پر نجات پا جائیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کا کوئی امتحان نہ ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوتا۔ دنیا میں بھی امتحان اور آزمائش کا سلسلہ موجود ہے، جب دنیاوی نظام میں یہ نظیر موجود ہے تو روحانی عالم میں یہ کیوں نہ ہو۔ بغیر امتحان اور آزمائش کے حقیقت نہیں کھلتی۔ آزمائش کے لفظ سے یہ بھی دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو جو عالم الغیب اور یعلم السر والخفی ہے امتحان یا آزمائش کی ضرورت ہے، اور بدوں امتحان اور آزمائش کے اس کو کچھ علم نہیں ہوتا۔ ایسا خیال کرنا نہ صرف غلطی بلکہ کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان صفات کا انکار ہے۔ امتحان یا آزمائش سے اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ تا حقائق مخفیہ کا اظہار ہو جاوے اور شخص زیر امتحان پر اس کی حقیقتِ ایمان منکشف ہو کر اسے معلوم ہو جاوے کہ وہ کہاں تک اللہ کے ساتھ صدق و اخلاص و وفا رکھتا ہے اور ایسا ہی دوسرے لوگوں کو اس کی خوبیوں پر اطلاع ملے۔

خیال باطل ہے اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جو امتحان کرتا ہے تو اس سے پایا جاتا ہے کہ اسکو علم نہیں۔ اسکو تو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ایک آدمی کی ایمانی کیفیتوں کے اظہار کے لئے اس پر ابتلا آویں اور وہ امتحان کی چکی میں پیسا جاوے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند ✤ زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

ابتلاؤں اور امتحانوں کا آنا ضروری ہے۔ بغیر اس کے کشفِ حقائق نہیں ہوتا۔ یہودی قوم کے لئے یہ ابتلاء جو مسیح کی آمد تھا بہت ہی بڑا تھا اور جب کبھی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور آتا ہے ضرور ہے کہ وہ ابتلاؤں کو لے کر آوے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی توریت میں مثیل موسےٰ والی موجود ہے۔ لیکن کیا کہنے والے نہیں کہتے کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے پورا نام لیکر نہ بتایا اور سارا پتہ نہ دے دیا کہ وہ عبداللہ کے گھر میں آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوگا اور اسمٰعیلی سلسلہ میں ہوگا۔ تیرے بھائیوں کا لفظ کیوں کہہ دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر ایسی ہی صراحت سے بتا دیا جاتا تو پھر ایمان ایمان نہ رہتا۔ دیکھو اگر ایک شخص پہلی رات کا چاند دیکھ کر بتا دے تو وہ تیز نظر کہلا سکتا ہے لیکن اگر کوئی چودھویں کا چاند دیکھ کر کہہ دے کہ میں نے بھی چاند دیکھ لیا ہے تو کیا لوگ اس پر ہنسیں گے نہیں۔ یہی حال خدا تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کی شناخت کے وقت ہوتا ہے جو لوگ قرائن قویہ سے شناخت کر لیتے اور ایمان لے آتے ہیں وہ اول المومنین ٹھہرتے ہیں۔ ان کے مدارج اور مراتب بڑے ہوتے ہیں لیکن جب ان کا صدق آفتاب کی طرح کھل جاتا ہے اور ان کی ترقی کا دریا بہہ نکلتا ہے تو پھر ماننے والے عوام الناس کہلاتے ہیں۔

جب خدا تعالیٰ کا ہمیشہ سے ایک قانون سلسلہ نبوت کے متعلق چلا آتا ہے اور ان کے اپنے ماموروں کے ساتھ یہی سنت ہے تو میں اس سے الگ کیونکر ہوسکتا ہوں۔ پس اگر ان لوگوں کے دل میں

بخل اور ضد نہیں تو میری بات سنیں۔ اور میرے پیچھے ہولیں۔ پھر دیکھیں کہ کیا خدا تعالیٰ ان کو تاریکی میں چھوڑتا ہے یا نور کی طرف لے جاتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جو صبر اور صدق دل سے میرے پیچھے آتا ہے وہ ہلاک نہ کیا جاوے گا بلکہ وہ اس زندگی سے حصہ لے گا جس کو کبھی فنا نہیں۔ اس قدر لوگ جو میرے ساتھ ہیں اور جو اب اس وقت موجود ہیں کیا ان میں سے ایک بھی ہے جو یہ کہے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ ایک نہیں سینکڑوں نشان خدا تعالیٰ نے دکھائے ہیں۔ مگر نشانات پر ایمان کا حصر کرنا یہ ٹھوکر کھانے کا موجب ہو جایا کرتا ہے جس کا دل صاف ہے اور خدا ترسی اس میں ہے۔ اس کے سامنے دوبارہ آنے کے متعلق حضرت عیسےٰ ہی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں وہ مجھے سمجھاویں کہ یہودیوں کے سوال کے جواب میں (کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا آنا ضروری ہے) جو کچھ مسیح نے کہا وہ صحیح ہے یا نہیں۔ یہودی تو اپنی کتاب پیش کرتے تھے کہ ملاکی نبی کے صحیفہ میں ایلیا کا آنا لکھا ہے۔ مثیل ایلیا کا ذکر نہیں۔ مسیح یہ کہتے ہیں کہ آنے والا یہی یوحنا ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔ اب کسی منصف کے سامنے فیصلہ رکھو اور دیکھو کہ ڈگری کس کو دیتا ہے۔ وہ یقیناً یہودیوں کے حق میں فیصلہ دے گا۔ مگر ایک مومن جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور جانتا ہے کہ خدا کے فرستادے کس طرح آتے ہیں وہ یقین کریگا کہ مسیح نے جو کچھ کہا اور کیا وہی صحیح اور درست ہے۔ اب اس وقت وہی معاملہ ہے یا کچھ اور؟ اگر خدا کا خوف ہو تو پھر بدن کانپ جاوے یہ کہنے کی جرأت کرتے ہوئے کہ یہ دعوے جھوٹا ہے۔ افسوس اور حسرت کی جگہ ہے کہ ان لوگوں میں اتنا بھی ایمان نہیں جتنا کہ اس شخص کا تھا جو فرعون کی قوم میں سے تھا اور جس نے یہ کہا کہ اگر یہ کاذب ہے تو خود ہلاک ہو جائیگا۔ میری نسبت اگر تقوےٰ سے کام لیا جاتا تو اتنا ہی کہہ دیتے اور دیکھتے کہ کیا خدا تعالیٰ میری تائیدیں اور نصرتیں کر رہا ہے یا میرے سلسلہ کو مٹا رہا ہے۔" (ملفوظات جلد چہارم ۲۹ تا ۳۱)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَلَسْنَا قَاعِدِیْنَ كَمِثْلِ وَانِیْ

(اور ہم ایک سست آدمی کی طرح بیٹھنے والے نہیں ہیں)

وَاِنَّا النَّاظِرُوْنَ اِلٰی قَدِیْرٍ قَرِیْبٍ قَادِرٍ رِحِبٍّ مُدَانِیْ

اور ہم اس قدیر کی طرف دیکھ رہے ہیں جو قریب ہے اور قادر ہے جو بندہ اور اس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے۔

وَاِنَّا الشَّارِبُوْنَ كُئُوْسَ جِدٍّ وَاِنَّا الْكَاسِرُوْنَ فُئُوْسَ خَانِیْ

اور ہم پرحکمت باتوں کے پیالے پی رہے ہیں اور ہم فضول گو کے تیروں کو توڑ رہے ہیں۔

وَاِنَّا الْوَاصِلُوْنَ قُصُوْرَ مَجْدٍ وَاِنَّا الْفَاصِلُوْنَ مِنَ الْاَدَانِیْ

اور ہم بزرگی کے محلوں تک پہنچ گئے ہیں اور ہم نے ادنےٰ لوگوں سے جدائی اختیار کر لی ہے

وَاَبْدَرَنَا مِنَ الرَّحْمٰنِ بَدْرٌ فَنَحْنُ الْمُبْدِرُوْنَ وَلَا نُمَانِیْ

اور ہمارے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک چاند نکلا ہے سو ہم چاند کو پانیوالے ہیں اور انتظار کرنیوالے نہیں

وَنَحْنُ الْفَائِزُوْنَ كَمَالَ فَوْزٍ وَنَحْنُ الْمُنْعَمُوْنَ وَلَا نُعَانِیْ

اور ہم کمالی کامیابی تک پہنچ گئے ہیں اور ہم نعمتوں میں وقت بسر کرتے ہیں اور سختی نہیں اٹھاتے

وَبَارَزْنَا الْعِدَا مُتَسَلِّحِیْنَا وَلَسْنَا قَاعِدِیْنَ كَمِثْلِ وَانِیْ

اور ہم مسلح ہو کر مخالفوں کے مقابل پر کھڑے ہو گئے ہیں اور ایک سست آدمی کی طرح ہم بیٹھنے والے نہیں ہیں

وَمَاجِئْنَا الْوَرٰی فِیْ غَیْرِ وَقْتٍ وَذُوْ حِجْرٍ یَرَی وَقْتَ الرَّثَانِ

اور ہم خلق اللہ کے پاس بے وقت نہیں آئے اور عقلمند جانتا ہے کہ بارش کا وقت کونسا ہے۔

(نور الحق حصہ اول)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مگر اعانتِ اسلام مدعا باشد

(میرا مدعا تو صرف تائیدِ اسلام ہے)

بیامدم کہ رہِ صدق را درخشانم   بدلستاں برم آں را کہ پارسا باشد
میں اس لئے آیا ہوں کہ صدق کی راہ کو روشن کردوں اور دلبر کے پاس اسے لے چلوں جو نیک و پارسا ہے

بیامدم کہ درِ علم و رشد بکشایم   بخاک نیز نمایم کہ در سما باشد
میں اسلئے آیا ہوں کہ علم و حکمت کا دروازہ کھولوں اور اہلِ زمین کو وہ چیزیں دکھاؤں جو آسمانی ہیں۔

دماغ و کبرِ ہمہ منکرانِ دیں شکنم   منم ایستادہ ام اینک دگر کجا باشد
میں منکرانِ دین کے غرور و تکبر کو توڑ رہا ہوں لو میں حاضر ہوں میرے مقابل پر کوئی دوسرا کہاں ہے؟

چو مہرِ انور و تاباں ہمے فشانم نور   دگر کجا و چنیں قدرتے کرا باشد
میں روشن اور چمکدار سورج کی طرح نور پھیلا رہا ہوں۔ دوسرا کہاں ہے اور ایسی قدرت کس میں ہے۔

ز کارہا کہ کنم و ز نشاں کہ بنمایم   عیاں شود کہ ہمہ کارم از خدا باشد
جو کام میں کرتا ہوں اور ان نشانوں سے جو میں دکھاتا ہوں یہی ظاہر ہوتا ہے کہ میرا سارا کاروبار خدا کی طرف سے ہے

کنوں کہ در چمنِ من ہزار گل بشگفت   گر از طلب بنشینی عجب خطا باشد
اب جبکہ میرے چمن میں ہزاروں پھول کھل چکے ہیں۔ اگر تو طلب نہ کرے تو سخت غلطی ہوگی

بروئے یار کہ ہرگز نہ رتبتے خواہم   مگر اعانتِ اسلام مدّعا باشد
خدا کی قسم میں ہرگز کوئی عزت اور مرتبہ نہیں چاہتا میرا مدعا تو صرف تائید اسلام ہے۔

(تریاق القلوب)

خدا ہماری دعاؤں کو سنتا اور ہماری مشکلات آسان کر دیتا ہے

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

مجھے یہ اطلاعیں آرہی ہیں کہ بعض مقامات پر پوسٹرز کے ذریعہ اور بعض جگہ تقاریر اور گفتگو کے ذریعہ پھر سے جماعت احمدیہ کو تکالیف پہنچانے کے لئے سخت کلامی اور افتراپردازی سے کام لیا جانے لگا ہے ۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کی فطرت (جماعتیں بھی اپنی ایک فطرت رکھا کرتی ہیں) کا تعلق ہے ، انسانی آنکھ نے ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ ہم نے کسی کی گالی کے مقابلہ پر گالی نہیں دی اور اس وقت بھی جبکہ ہم کو دکھ دیا گیا کبھی کسی کو دکھ پہنچانے کے متعلق سوچا تک نہیں ، اس لئے کہ ہم تو خود کو "خیر امت" کا ایک حصہ سمجھتے ہیں جس کا قیام اللہ تعالیٰ کی قدرت سے عمل میں آیا ہے اور جس کی بقا اس لئے ضروری ہے کہ اس کے ذریعہ دنیا میں بھلائی کا وہ سمندر جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں پیدا کیا گیا ہے ۔ اس سے نکلنے والی نہریں اِدھر اُدھر ساری دنیا میں پھیلیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کا انتظام ہو ۔

موجودہ حالات میں جبکہ پاکستان انتہائی نازک دَور میں سے گزر رہا ہے اور ہماری بقا ہم سے انتہائی قربانیوں کا مطالبہ کر رہی ہے ۔ ایسے وقت میں بعض لوگوں کا اس طرح گند کو اچھالنا اور اس رنگ میں اپنے اندرونہ کو ظاہر کرنا (ہم سمجھتے ہیں کہ) یہ ہمارے ساتھ دشمنی نہیں بلکہ اپنے ملک کے ساتھ دشمنی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ایسے ذہن کو فراست کا کچھ نور عطا فرمائے اور وہ حقائق کو دیکھنے لگے اور وہ اپنے اور اپنی قوم کے نقصان کے درپے نہ ہو ۔

دراصل یہ ہماری راہ کے کانٹے ہیں اور ہم نے یہ کب کہا ہے کہ ہمارا راستہ کانٹوں کے بغیر ہے ۔ ہمیں تو یہی بتایا گیا ہے کہ تمہاری راہ میں کانٹے ہوں گے لیکن تم ان کی پرواہ نہ کرنا ۔ تمہارے راستے میں روکیں کھڑی کی جائیں گی ، تم ان کو پھلانگتے ہوئے چلے جانا ۔ اس طرف توجہ نہ دینا ۔ اپنی ساری توجہ اس کام کی طرف لگانا جو تمہارے سپرد کیا گیا ہے ۔ چنانچہ ہماری آنکھ نے دیکھا اور ہم نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ گزشتہ اسّی سال میں ہمارے خلاف جب بھی اس قسم کی مہمیں جاری کی گئیں (اور ہمیشہ ہی جاری کی گئیں) تو اس قسم کی مہموں کے نتیجہ میں ہمیں نقصان نہیں پہنچا ۔ تم میں سے (جو یہاں بیٹھے ہو) ہر ایک آدمی اس بات کا گواہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند کا مشن ناکام نہیں ہوا ۔ دنیا نے تو کیا گھر والوں اور اپنے ملک کے لوگوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا ۔ اسے تو اپنی عزت نہیں چاہیئے تھی ۔ اسے تو اس ایک وجود کی عزت چاہیئے تھی جس کی عزت کے نتیجہ میں ساری دنیا کو عزتیں ملتی ہیں ۔ اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ ہوتا تو

بنی نوع انسان میں سے کسی کو عزت، کا کوئی مقام بھی حاصل نہ ہوتا۔ اس عزت والے اس صاحب عزت کی خاطر اسی کے محبوب روحانی فرزند نے ہر قسم کی ذلت اٹھانے کا تہیہ کر لیا اور یہ کام اس نے اپنی خاطر نہیں کیا بلکہ اس نے یہ کام بنی نوع انسان کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور کرنے اور ان کے دلوں میں آپ کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے کیا کیونکہ آپ کو اسی کام کے لئے کھڑا کیا گیا تھا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم روحانی فرزند کے خلاف باتیں کی گئیں اور وہ اتنی سخت باتیں تھیں کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اس سے زیادہ باتیں کسی کان نے نہیں سنیں۔ لیکن خدا کا وہ بہادر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عظیم روحانی فرزند ان باتوں کو سنتا اور کوئی غم نہیں کرتا تھا اس لئے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آنے والی یہ آواز اس کے کان میں پڑی تھی و لا یحزنک قولھم ان کی باتیں تجھے غمگین نہ کریں۔ چنانچہ وہ شخص کیسے غمگین ہو سکتا ہے جسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور آپ کے حکم سے کچھ تو انسانوں نے سلام پہنچایا اور فرشتے تو ہر وقت اسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچا رہے تھے۔ پس وہ کیسے غمگین ہو سکتا تھا یا گھبرا سکتا تھا یا پریشان ہو سکتا تھا وہ تو خوش تھا اسے تو راہ کے یہ کانٹے تکلیف نہیں دے رہے تھے بلکہ پھول معلوم ہوتے تھے۔ ہر دکھ جو اسے پہنچایا گیا اس کے لئے خوشیاں لے کر آیا اور اس کے دل میں بنی نوع انسان کی محبت اور خدمت کے جذبہ کو اس نے اور بھی تیز کیا۔ وہ یہی سمجھتا تھا کہ دنیا ناواقف ہے پہچانتی نہیں کہ میرا رب، دنیا میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت کے قیام کے لئے کیسا عظیم انقلاب لانا چاہتا ہے۔

وہ خود بھی دعائیں کرتا تھا اس نے ہمیں بھی فرمایا کہ تم اپنے ایمان میں پختہ نہیں ہو گے اور خدا تعالےٰ کے پیار کو حاصل نہیں کر سکو گے جب تک تم اپنے دشمنوں کے لئے بھی اسی طرح دعائیں نہ کرو گے جس طرح اپنے دوستوں کے لئے دعائیں کرتے ہو۔

غرض وہ کسی کا دشمن نہیں ہوتا نہ اس نے ہم سے یہ کہا ہے کہ کسی سے دشمنی کرو۔ اس نے ہمیں یہ فرمایا کہ تم ہر ایک کی خدمت کرو ہر ایک کے خادم بنو۔ ہر ایک کی خیر چاہو۔ ہر ایک کے خیر خواہ بنو۔ ہر ایک کے دکھ دور کرنے کی کوشش کرو اور ہر ایک کے دکھ کا مداوا بنو۔ اس نے یہ تعلیم ہمیں یہ کہہ کر دی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والوں کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ اس راہ سے نہ ادھر ہٹیں اور نہ اُدھر جائیں اور نہ بھٹکیں بس جس چیز نے اتنے سال میں ہمیں پریشان نہیں کیا اور ہمیں غمگین نہیں بنایا وہ چیز ہمیں آج بھی غمگین نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا۔ ہر قسم کا غلبہ اور قدرت اللہ تعالےٰ کو حاصل ہے اور جو اعمال اور منصوبے اس کی مرضی اور منشاء کے خلاف کئے جاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوا کرتے

اس لئے کہ وہ سمیع بھی ہے اور علیم بھی۔

اللہ تعالےٰ اپنے منصوبوں کو دنیا میں چلانے اور کامیاب کرنے کے لئے اس مادی دنیا میں انسانوں میں سے بعض کو کھڑا کرتا ہے اور پھر انہیں دعا کی توفیق دیتا ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک ایسی آخری شریعت لے کر آئے اور یہ آخری ہی نہیں بلکہ ایک ایسی عظیم ایسی حسین، ایسی اعلیٰ اور ارفع شریعت بھی ہے کہ آپ سے پہلے جتنے شارع انبیاء ہوئے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس قسم کی تعلیم دنیا میں پیش نہیں کی اور نہ انہیں پیش کرنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ دنیا اس قسم کی کامل اور مکمل شریعت کو قبول کرنے کے لئے ابھی ذہنی طور پر تیار نہیں ہوئی تھی۔

قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے کہ اللہ تعالےٰ بار بار آپ کو تاکید کرتا تھا کہ اپنی امت اور بنی نوع انسان کے لئے ہمیشہ دعاؤں میں مشغول رہو۔ اگر ہم اذیت کو برداشت کرنے اور گالی کا جواب دعا سے دینے اور دکھ پانے کے بعد سکھ پہنچانے کے انتظام کے منصوبے بنانے میں حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر قائم رہیں تو ہمیں وہ دعائیں ملیں گی جو آپ نے کی ہیں۔ اب جس قوم کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعائیں مل جائیں وہ کیسے غمگین ہو سکتی ہے۔ اس کے چہرے پر تو ہمیشہ بشاشت کھیلتی رہے گی اور جماعت احمدیہ کے چہروں پہ ہمیشہ بشاشت کھیلتی رہتی ہے۔

وہ اللہ تعالےٰ جو ہمارا رب، ہمارا محبوب اور ہم سے بہت پیار کرنے والا ہے اس نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو سنا اور اس کے اذن سے ہمیشہ کے لئے یہ سلسلہ جاری ہے۔ کیونکہ اگلا اور پچھلا سب علم اسے حاصل ہے۔ دعائیں پوشیدہ تو نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ وہ علیم ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے اور سب چیزوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے لئے جو دعائیں تھیں اور آپؐ کی نوعِ انسان کے لئے جو دعائیں تھیں، ان کا بھی اس نے احاطہ کیا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ علیم ہے وہ جانتا ہے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نور کے ساتھ محبت کے جس جذبہ کے ساتھ اور بنی نوع انسان کی جس ہمدردی کے ساتھ اس نے مبعوث کیا تھا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں اس تعلیم کے مطابق تھے۔ اسی وجہ سے کہنے والے نے یہ کہا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق جاننا چاہتے ہو تو قرآن کریم پڑھ لو جو کہا گیا وہ کیا گیا

پس وہ خدا جو اپنے اس پیارے محبوب کی دعاؤں کو سننے والا اور یاد رکھنے والا ہے اور اپنے اس محبوب کے اعمال کے اخلاص اور نیت کی پاکیزگی اور ہمدردی کے جذبہ کا علم رکھنے والا ہے وہ کیوں آپ کی دعائیں قبول نہیں کرے گا اور امتِ محمدیہ کو پریشانیوں سے کیوں نہ بچائے گا۔ قربانیاں تو دینی پڑتی ہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" (الفضل ۹ جنوری ۱۹۷۲ء)

جماعتی نظام کیلئے

اسلام میں اصول و ہدایات

مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم مبلغ مغربی افریقہ

جماعتی زندگی

اسلام نے جماعتی زندگی کو سب سے بڑی نعمت و رحمت قرار دیا ہے اور جماعت سے علیحدگی کو جاہلیت اور حیاتِ جاہلیت قرار دیا ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں احادیث میں متعدد روایات ملتی ہیں مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فارق الجماعة فمات ميتة الجاهلية

کہ جس نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور اس علیحدگی کی حالت میں وفات پا گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی جس کو دوسرے الفاظ میں کفر کی موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا:

من فارق الجماعة شبراً فكانما خلع ربقة الاسلام من عنقه (ترمذی)

یعنی جس نے جماعت سے ایک بالشت بھر علیحدگی اختیار کی اس نے گویا اسلام کی اطاعت کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔

ایک روایت میں ہے۔ دخل النار (اخرجہ الحاکم علی شرط الصحیحین) یعنی اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

اس قدر تاکیدی حکم التزام جماعت کے متعلق بیان کیا گیا ہے اور جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والے کے متعلق صاف فرمایا کہ وہ شخص اپنے آپ کو شیطان کے قبضہ و اختیار میں دے کر اس کا ساتھی اور قرین ہو جاتا

ہے جس کے متعلق بئس القرین کی وعید بیان ہوئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا علیکم بالجماعۃ فان الشیطٰن مع الفذ کہ جماعت کو لازم پکڑو کیونکہ جو بھی کسی نے علیحدگی اختیار کی تو شیطان اس کا ساتھی ہو گیا۔ پھر ید اللہ علی الجماعۃ تو مشہور و معروف ہی ہے۔

وحدتِ جمہوری

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بنا دے اسی کا نام وحدت جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالتِ مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھے جاتے ہیں مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدتِ جمہوری کے ایک دھاگے میں سب پروئے جائیں۔ یہ نمازیں باجماعت جو ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں تاکہ کل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جائے اور آپس میں ملکر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کرکے اسے قوت دیوے۔ حتیٰ کہ حج بھی اسی لئے ہے۔" (ملفوظات جلد ہفتم ص ۱۲۹)

اس اقتباس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعتی زندگی یا جماعتی نظام کو وحدت جمہوری کے الفاظ میں بیان فرما کر اس کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"دنیا میں چونکہ جماعت سے بڑھ کر اور کوئی طاقت نہیں ہے اس لئے ترقی کرنے کا سب سے بہتر طریق یہی ہے کہ انسان جماعت سے اپنے آپ کو وابستہ کرے۔ اس سے قسمت بھی آگے بڑھنا شروع کر دیتی ہے۔ گویا جماعت کے لوگ اس کے لئے سہارا ہو جاتے ہیں۔ جماعت کے انتظام سے داناؤں نے ایسے ایسے فائدے اٹھائے ہیں کہ دیکھ کر حیرت آتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۳۰-$\frac{5}{16}$)

جماعتی نظام یا جماعتی زندگی کی اہمیت بیان کرنے کے بعد اب اس سلسلہ میں چند اصول و ہدایات کو اختصار سے پیش کیا جاتا ہے۔ جو قرآن کریم، احادیث شریف، ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء اور بزرگان کے ارشادات یا تحریرات میں بالتفصیل بیان ہوئے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

اعتصام بحبل اللہ

سو اسلام میں جماعتی نظام کے لئے سب سے پہلا اور سب سے بڑا اصل واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً میں بیان ہوا ہے جس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضؓ فرماتے ہیں:

"اللہ کے رسے کو مضبوط پکڑو اور اختلاف نہ کرو۔ دوسری قومیں ظاہری سامانوں سے اتفاق کر سکتی ہیں مگر اسلام میں اتفاق کا ذریعہ صرف ایک ہی ہے کہ حبل اللہ کو پکڑا جائے اور حبل اللہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں۔ قرآن کریم میں ہے اسلام کیا ہے وہ جو انبیاء احکام دیتے ہیں۔ پس انبیاء بھی حبل اللہ ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حبل اللہ ہیں اور مسیح موعود علیہ السلام حبل اللہ ہیں۔ قرآن کریم حبل اللہ ہے ان کو پکڑے بغیر اتفاق نہیں ہو سکتا۔"

(خطبہ جمعہ مطبوعہ ۳۱ مئی ۱۹۱۹ء)

چونکہ خلفاء انبیاء کے کام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق منتخب کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس حقیقت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رسالہ الوصیت میں واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے لہٰذا انبیاء کی طرح خلفاء بھی حبل اللہ ہیں اور ان کا اعتصام بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح کہ انبیاء سے اعتصام واجب اور ضروری ہے چنانچہ LANE نے حبل کے معنی A PROMISE OR ASSURANCE OF SECURITY بیان کرکے بعینہٖ آیت استخلاف میں خلفاء کے ذریعہ امن کے وعدہ الٰہی کی طرف غمازی کرتے ہوئے دوسرے الفاظ میں خلفاء کو حبل اللہ میں لغت کے لحاظ سے بھی شمار کر دیا ہے۔

پس جماعتی نظام کے لئے خلفاء سے اعتصام سب سے بڑا اصل ہے اور باقی ایک لحاظ سے تمام اصول و ہدایات اس کی فروعات کا حکم رکھتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ایک ضروری بات یہ ہے کہ تقوےٰ میں ترقی کرو۔ ترقی انسان خود نہیں کر سکتا جب تک ایک جماعت اور ایک اس کا امام نہ ہو۔ اگر انسان میں یہ قوت ہوتی کہ وہ خود بخود ترقی کر سکتا تو پھر انبیاء کی ضرورت نہ تھی۔ تقوےٰ کے لئے ایک ایسے انسان کے پیدا ہونے کی ضرورت ہے جو صاحب کشش ہو اور بذریعہ دعا کے وہ نفسوں کو پاک کرے۔ دیکھو اس قدر علماء گزرے ہیں۔ کیا کسی نے صالحین کی جماعت بھی بنائی ہرگز نہیں اس کی وجہ یہی تھی کہ صاحب کشش نہ تھے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیسے بنا دی۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صـ۲۱۴)

اطاعتِ خلفاء و امراء

جماعتی نظام کے لئے دوسری اصل اطاعتِ خلیفہ اور اس کے مقرر کردہ امراء اور عہدہ داران کی اطاعت ہے جہاں تک امراء اور دیگر عہدہ داران کی اطاعت کا سوال ہے اس سلسلہ میں قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ یوں بیان فرماتے ہیں:-

"جماعتی تنظیم و تربیت کے تعلق میں اسلام ایک خاص بلکہ خاص الخاص ہدایت یہ دیتا ہے کہ مومنوں کو ان امراء کی کامل اطاعت کرنی چاہیئے جو جماعتی انتظام کے ماتحت مقرر کئے جائیں۔ یہ ہدایت گویا جماعتی تنظیم کی ریڑھ کی ہڈی ہے جسے نظر انداز کرنے سے سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور جماعت جماعت نہیں رہتی بلکہ منتشر افراد کا ایک پھٹا ہوا گروہ بن جاتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا اتنا خیال تھا کہ آپؐ بسا اوقات فرماتے تھے کہ من اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصیٰ امیری فقد عصانی۔ یعنی جس شخص نے میرے مقرر کئے ہوئے امیر کی اطاعت کی اس نے اس کی اطاعت نہیں کی بلکہ میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے گویا میری نافرمانی کی۔ اور جب آپؐ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ایسے امیر بھی ہو سکتے ہیں جو جابر ہوں وہ اپنے حقوق تو ہم سے جبراً چھینیں لیکن ہمارے حقوق ہمیں نہ دیں تو اس صورت میں آپؐ کا کیا ارشاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا ادّوا الیھم حقھم وسلوا اللہ حقکم۔ یعنی تم اس صورت میں بھی اپنے امیروں کے حقوق انہیں ادا کردو اور اپنے حقوق کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ اور جب آپؐ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ایک امیر بے وقوف بھی ہو سکتا ہے جس کے بعض احکام جہالت پر مبنی ہوں تو اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ آپؐ نے فرمایا اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ۔ یعنی تم پھر بھی اس کی بات پر کان دھرو اور اس کا حکم مانو خواہ تم پر ایک ایسا حبشی غلام امیر مقرر کر دیا جائے جس کا سر انگور کے خشک دانے کی طرح چھوٹا ہو۔ البتہ آپؐ نے ایک کامل مصلح کی حیثیت میں ایک شرط ضروری لگائی ہے اور وہ یہ کہ اگر نعوذ باللہ کوئی امیر اپنے ماتحت لوگوں کو کوئی ایسا حکم دے جو صریح طور پر کسی قطعی اسلامی حکم کے خلاف ہو تو اس صورت میں اس کی اطاعت فرض نہیں رہتی چنانچہ آپ فرماتے ہیں الا ان تروا کفرا بواحاً عندکم من اللہ فیہ برھان۔ یعنی تم پر امیر کی اطاعت صرف اس صورت میں غیر واجب ہے کہ تم اس کے حکم میں کھلم کھلا کفر پاؤ اور اس کے متعلق تمہارے پاس

خدا کی طرف سے کوئی قطعی دلیل موجود ہو۔"

(جماعتی تربیت اور اس کے اصول صفحہ ۳۳-۳۴)

جب عام امیروں وغیرہ کے متعلق اطاعت بجا لانے کے اس قسم کے ارشادات نبوی ہیں تو خلافت کی شان کا خود اندازہ کیا جاسکتا ہے جو نبوت کا تمتہ ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ما کانت نبوۃ قط الا تبعتھا خلافۃ۔ یعنی کوئی نبوت ایسی نہیں ہوتی جس کے بعد خلافت نہ آتی ہو۔

خلفاء کا مقام اور اطاعت

خلفاء کا مقام کیا ہے اور ان کی اطاعت کس رنگ میں ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے خدا تعالےٰ کے موعود خلیفہ حضرت مصلح موعود ؓ کے ایک خطبہ جمعہ سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"جو جماعتیں منظم ہوتی ہیں ان پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور کچھ شرائط کی پابندی ان کے لئے لازمی ہوتی ہے۔ جن کے بغیر ان کے کام کبھی بھی صحیح طور پر نہیں چل سکتے اور اس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ ان شرائط اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم شرط اور ذمہ داری یہ ہے کہ جب وہ ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے اور اس کی اطاعت کا اقرار کر چکے ہیں تو پھر انہیں امام کے منہ کی طرف دیکھتے رہنا چاہیئے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اور اس کے قدم اٹھانے کے بعد اپنا قدم اٹھانا چاہیئے اور افراد کو کبھی بھی ایسے کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہیئے۔ جن کے نتائج ساری جماعت پر آکر پڑتے ہیں۔ کیونکہ پھر امام کی ضرورت اور حاجت نہیں رہتی۔ اگر ایک شخص اپنے طور پر دوسری قوموں سے لڑائی مول لے لیتا ہے اور ایسا فتنہ یا جوش پیدا کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں ساری جماعت مجبور ہو جاتی ہے کہ اس لڑائی میں شامل ہو تو اس کے متعلق پھر یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ اس نے امام اور خلیفہ کے منصب کو چھین لیا اور خود امام اور خلیفہ بن بیٹھا اور وہ فیصلہ جس کا اجراء خلیفہ اور امام کے ہاتھوں سے ہونا چاہیئے تھا خود ہی صادر کر دیا۔ اگر ہر شخص کو یہ اجازت ہو تو تم ہی بتاؤ کہ پھر امن کہاں رہ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں جماعت کے نظام کی مثال اس ٹین کی سی ہوگی جو کتے کی دم کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے اور جدھر جاتا ہے۔ ساتھ ساتھ ٹین بھی حرکت کرتا جاتا ہے۔ امام کا مقام تو یہ ہے کہ وہ حکم دے اور ماموم کا مقام یہ ہے کہ وہ پابندی کرے۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت کے دوستوں نے باوجود بیعت کر لینے کے ابھی تک بیعت کے مفہوم کو نہیں سمجھا ...... میں نے دیکھا ہے بعض لوگ فتنہ و فساد کی نیت سے کوئی بات چھیڑ دیتے ہیں اور ہماری جماعت کے دوست فوراً

اس کے پیچھے بھاگ پڑتے ہیں اور وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ دشمن کی تو غرض ہی یہ تھی کہ کوئی فتنہ و فساد پیدا کرے اور انہیں زیرالزام لائے . . . . . تو بعض دفعہ دشمن اس قسم کی چالاکی بھی کرتا ہے سمجھنے والے تو بچ جاتے ہیں لیکن جو اندھا دھند کام کرنے والے ہیں وہ پھنس جاتے ہیں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے اسلام نے حکم دیا ہے کہ الامام جُنّۃ یقاتل من ورائہ کہ امام کو ہم نے تمہارے لئے ڈھال کے طور پر بنایا ہے۔ اگر اس کے پیچھے ہو کر لڑو گے تو زخموں سے بچ جاؤ گے لیکن اگر آگے ہو کر حملہ کرو گے تو مارے جاؤ گے۔ کیونکہ وہ خوب سمجھتا ہے کہ کیا حالات میں کس وقت اعلان جنگ ہونا چاہیئے اور کس وقت دشمن کے قریب سے بچنا چاہیئے۔" (خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۵ر جون ۱۹۳۷ء)

مجلس شورےٰ کا قیام

جماعتی نظام کے لئے تیسرا اصل مجلس شورےٰ کا قیام ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے جماعت مومنین کے متعلق واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ امرھم شوریٰ بینھم کہ ان کے تمام اہم معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو وشاورھم فی الامر کا ارشاد فرمایا ہے۔ جب یہ ارشاد حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوا تو آپ کے خلفائے راشدین کے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں بدرجہ اولےٰ ہے۔ لہٰذا جماعتی نظام کے لئے خلفاء کے لئے مجلس شورےٰ کا قیام اظہر من الشمس ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ کیا رسول یا خلفاء مجلس شورےٰ کے مشورہ کے پابند ہیں تو اس کے متعلق قرآنی ارشاد فاذا عزمت فتوکل علی اللہ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل مشعل راہ ہے۔ کہ وہ مشورہ پر عمل کرنے کے پابند نہیں ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک تقریر کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں پھر ایک دفعہ اس سوال کا جواب دیتا ہوں کہ اگر کوئی بات مانتی ہی نہیں تو مشورہ کا کیا فائدہ؟ یہ بہت چھوٹی سی بات ہے۔ ایک دماغ سوچتا ہے تو اس میں محدود باتیں آتی ہیں۔ اگر دو ہزار آدمی قرآن مجید کی آیات پر غور کر کے ایک مجلس میں معنے بیان کریں تو بعض غلط بھی ہوں گے مگر اس میں بھی تو کوئی شبہ نہیں کہ اکثر درست بھی ہوں گے۔ پس درست لے لئے جائیں گے اور غلط چھوڑ

دیئے جائیں گے۔ اس طرح ایسے مشوروں میں سے جو امور صحیح ہوں گے وہ سب لئے جائیں گے۔ ایک آدمی اتنی تجاویز نہیں سوچ سکتا۔ ایک وقت میں بہت سے آدمی ایک امر پر سوچیں گے تو انشاء اللہ کوئی مفید راہ نکل آئے گی۔

پھر مشورہ سے غرض ہے کہ تمہاری دماغی طاقتیں ضائع نہ ہوں بلکہ قومی کاموں میں ملکر غور کرنے اور سوچنے اور کام کرنے کی تم میں قابلیت پیدا ہو۔ پھر ایک اور بات ہے اس قسم کے مشوروں سے آئندہ لوگ خلافت کے لئے تیار ہوتے رہتے ہیں۔ اگر خلیفہ لوگوں سے مشورہ ہی نہ لے تو نتیجہ یہ نکلے کہ قوم میں کوئی دانا انسان ہی نہ رہے۔ اور دوسرا خلیفہ احمق ہی ہو کیونکہ اسے کبھی کام کرنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ ہماری پچھلی حکومتوں میں بھی یہی نقص تھا۔ شاہی خاندان کے لوگوں کو مشورہ میں شامل نہ کیا جاتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کے دماغ مشکلات حل کرنے کے عادی نہ ہوتے تھے۔ اور حکومت رفتہ رفتہ تباہ ہو جاتی تھی۔ پس مشورہ لینے سے یہ بھی غرض ہے کہ قابل دماغوں کی رفتہ رفتہ تربیت ہو سکے۔ تاکہ ایک وقت وہ کام سنبھال سکیں۔ جب لوگوں سے مشورہ لیا جاتا ہے تو لوگوں کو سوچنے کا موقعہ ملتا ہے اور اس سے ان کی تعداد میں ترقی ہوتی ہے۔ ایسے مشوروں میں یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی رائے کے چھوڑنے میں آسانی ہوتی ہے اور طبیعتوں میں ضد اور ہٹ نہیں پیدا ہوتی۔" (منصب خلافت ص۴۹)

اس سلسلہ میں یعنی خلیفہ کے مقام اور مجلس شوریٰ کی پوزیشن کے متعلق حضرت مصلح موعود رضؓ کا ایک اور اقتباس آپ کے خطبہ جمعہ سے پیش کرنا ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"مجلس شوریٰ ہو یا صدر انجمن احمدیہ خلیفہ کا مقام بہرحال دونوں کی سرداری کا ہے۔ انتظامی لحاظ سے وہ صدر انجمن احمدیہ کے لئے بھی راہ نما ہے اور آئین سازی اور بجٹ کی تعیین کے لحاظ سے وہ مجلس شوریٰ کے نمائندوں کے لئے بھی صدر اور راہ نما کی حیثیت رکھتا ہے۔ جماعت کی فوج کے اگر دو حصے تسلیم کئے جائیں تو وہ اس کا بھی سردار ہے اور اس کا بھی کمانڈر ہے اور دونوں کے نقائص کا وہ ذمہ دار ہے۔ اور دونوں کی اصلاح اس کے ذمہ واجب ہے۔ اس لحاظ سے اس کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ جب کبھی وہ اپنے خیال میں کسی حصہ میں کوئی نقص دیکھے تو اس کی اصلاح کرے...."

"اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم۔ دین کے معنے مذہب کے بھی ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے بھی دیکھ لو تو خلفاء اربعہ کا ہی مذہب دنیا میں قائم ہوا ہے۔ بے شک بعض علیحدہ فرقے بھی ہیں مگر وہ بہت اقلیت میں ہیں۔ اکثریت اس دین پر قائم ہے جسے خلفاء اربعہ نے پھیلایا مگر دین کے معنے سیاست اور حکومت کے بھی ہوتے ہیں اور اس لحاظ

سے اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جس سیاست اور پالیسی کو وہ چلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہی دنیا میں قائم کرے گا اور بوجہ اس کے کہ ان کو عصمت صغریٰ حاصل ہے۔ خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہوگی۔ بے شک بولنے والے وہ ہوں گے۔ زبانیں ان کی حرکتیں کریں گی۔ ہاتھ انہی کے چلیں گے اور پیچھے دماغ انہی کا کام کرے گا۔ مگر دراصل ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ ہوگا۔ کبھی ان سے جزئیات میں غلطیاں ہوں گی۔ کبھی ان کے مشیر غلط مشورہ دیں گے۔ بعض دفعہ وہ اور ان کے مشیر دونوں غلطی کریں گے۔ لیکن ان درمیانی روکوں سے گزر کر کامیابی انہیں ہی حاصل ہوگی۔ جب تمام کڑیاں مل کر زنجیر بنے گی وہ صحیح ہوگی اور ایسی مضبوط کہ کوئی اسے توڑ نہ سکے گا۔ پس اس لحاظ سے خلیفۂ وقت کا یہ فرض ہے کہ جس حصہ میں بھی اسے غلطی نظر آئے اس کی اصلاح کرے۔ جہاں اس کا یہ فرض ہے کہ منتظمین اور کارکنوں کی پوزیشن قائم رکھے وہاں یہ بھی ہے کہ جماعت کی عظمت اور اس کے مشورہ کے احترام کو بھی قائم رکھے۔ اگر جماعت کسی وقت کارکنوں کے حقوق پر حملہ کرے تو اس کا یہ کام ہے کہ اسے پیچھے ہٹائے۔ اور اگر کبھی کارکن جماعت کے حقوق دبانا چاہیں تو خلیفہ کا فرض ہے کہ انہیں روک دے۔"

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۲۷ اپریل ۱۹۳۸ء)

مرکز کا وجود

جماعتی نظام کے لئے ایک اور ضروری اصل مرکز کا وجود ہے جہاں خلیفۂ وقت کا قیام ہوتا ہے اور قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے الفاظ میں:۔

"اس مرکز کے وجود سے جماعت گویا ایک کھونٹے سے بندھی رہتی ہے اور انتشار کے خطرات سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ اس اصل کے تحت مکہ مکرمہ کا نام ام القریٰ رکھا گیا ہے۔ یعنی وہ ایک ایسی بستی ہے جو دوسری بستیوں کے لئے بطور ماں کے ہے۔ اس نام میں یہ اصولی اشارہ کیا گیا ہے کہ مرکز کا وجود گویا ماں کی طرح ہوتا ہے جو بچوں کی خوراک اور اجتماع اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اگر کسی جماعت کا کوئی مرکز نہ ہو تو وہ بغیر بکریوں کی طرح صرف ایک منتشر گلہ ہوتی ہے۔ جسے جنگل کا کوئی درندہ ایک ہی حملہ میں بکھیر کر رکھ سکتا ہے۔ اور مرکز کے بغیر کسی جماعت کی تنظیم اور تربیت ہی ممکن نہیں ہوتی۔ کیونکہ تنظیم اور تربیت کے لئے ایک ایسے مقام کا وجود ضروری ہوتا ہے۔ جس کی طرف جماعت کے افراد بار بار لوٹ کر آئیں اس کی برکات اور ہدایات سے فائدہ اٹھائیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں مکہ مکرمہ کے ازلی ابدی مرکز کا دوسرا نام معاد رکھا ہے۔ یعنی وہ بستی جس کی طرف لوگ بار بار آتے اور اس سے روحانی فائدہ اٹھاتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں قادیان کا نام بھی معاد رکھا گیا ہے کیونکہ جماعت کے لوگ اس کی طرف بار بار رجوع کرکے تربیت حاصل کرتے تھے۔ اور انشاء اللہ

آئندہ بھی کریں گے۔ اور جب تک قادیان کی واپسی نہیں ہوتی، ربوہ قادیان کا قائمقام ہے کیونکہ وہ اس وقت خلافتِ احمدیہ کا جائے قیام ہے۔ پس جماعت کا فرض ہے کہ وہ ربوہ میں بار بار آکر مرکز کی برکات سے فائدہ اٹھائیں اور خلافت کے فیوض سے متمتع ہوں اور پھر مرکز کا وجود جماعتی اجتماعوں اور قومی مشوروں اور باہمی تعارف پیدا کرنے کا بھی ایک بھاری ذریعہ ہے جس کے بغیر جماعت کی تربیت ممکن نہیں اور آج کل تو ہمارا مرکز مرکزی دفاتر کا بھی صدر مقام ہے جس کی شاخیں ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور کوئی فردِ جماعت مرکزی دفاتر سے کٹا ہوا نہیں رہ سکتا کیونکہ تمام روحانی اور تنظیمی اور دفتری امور میں اسے لازماً دفتر کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔" (جماعتی تربیت اور اس کے اصول)

INTELLIGETIA

جماعتی نظام کے لئے ایک ہدایت قرآن کریم کی سورۃ توبہ کی اس آیت سے مستنبط ہوتی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایک بدعملی کا ذکر فرمایا ہے۔ ومنھم الذین یؤذون النبی و یقولون ھو اذن اور ان میں سے بعض ایسے بھی منافق ہیں جو نبی کو دکھ دیتے اور کہتے ہیں کہ تو کان ہی کان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق اپنے رسول اکرمؐ کو فرماتا ہے قل اذن خیر لکم تو کہہ دے کہ وہ تمہارے لئے بھلائی سننے کے کان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے انکار نہیں کیا کہ آپ اُذن یا کان نہیں ہیں بلکہ فرمایا وہ اذن اور کان تمہاری بھلائی کے لئے ہیں۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ نبی۔ خلیفہ اور امامِ وقت کے پاس جماعتی امور کے متعلق ہر قسم کی اطلاع ملتی رہنی چاہیئے تاکہ وہ قابلِ اصلاح امور کی اصلاح کے متعلق مناسب ہدایات جاری فرما سکے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں انسان تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بھی بعض دفعہ لوگ آتے اور گھنٹوں آپ سے مخفی باتیں کرتے۔ قرآن کریم میں بھی اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے ھو اُذن کہ منافق کہتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کان ہی کان ہیں۔ ہر وقت لوگ آتے اور انہیں رپورٹیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی کئی مخفی باتوں کا علم ہوا کرتا تھا۔ بیسیوں دفعہ ایسا ہوا آپ فرماتے میرے پاس یہ رپورٹ آئی ہے آج فلاں جگہ یہ کام ہو رہا ہے۔ تو امام کو وہ معلومات ہوتی ہیں جو اور لوگوں کو نہیں ہوتیں۔ اس لئے وہ جانتا ہے کہ فلاں کام جو ہو رہا ہے وہ کیوں ہو رہا ہے اور کس طرح ہو رہا ہے اور اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جماعت سے اس وقت لڑائی کرائی جائے جب لڑائی کا کوئی فائدہ ہو۔" (خطبہ جمعہ ۵ جون ۱۹۳۷ء)

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اس سلسلہ میں اپنے ایک خطبہ جمعہ میں
فرماتے ہیں :-

"اب مثلاً میرا علم جو ہے اس کا ایک حصہ ایک لحاظ سے دراصل آپ کا ہی علم ہے۔ کیونکہ مجھے کراچی کی بیدار اور چوکس جماعت بھی اطلاع بھجوا رہی ہے۔ مجھے راولپنڈی کی بیدار اور چوکس جماعت بھی اطلاع بھجوا رہی ہے۔ مجھے پشاور کی بیدار اور ہوشیار جماعت بھی اطلاع دے رہی ہے۔ غرض ہر جماعت سے جہاں بھی جماعت قائم ہے وہاں سے مجھے اطلاع مل رہی ہے اور چونکہ میرا اور آپ کا وجود ایک ہی ہے۔ اللہ کے فضل سے آپ میری آنکھیں ہیں جن کے ذریعہ سے میں دیکھتا ہوں اور علم حاصل کرتا ہوں آپ میرے کان ہیں جن کے ذریعہ سے میں سنتا اور حالات کی کوشش کو محسوس کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ کی فراست اور میری فراست دراصل ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں یا ایک ہی پیالے کے مختلف اطراف ہیں۔" (خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل یکم اکتوبر ۱۹۶۹ء)

دراصل یہ قرآنی آیت واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والیٰ اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (نساء ۸۴) کی عملی تفسیر ہے جو INTELLIGENTIA کا تقرر عمل میں لایا جاتا ہے۔

لیکن ان رپورٹس کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں جماعت مومنین کو ایک احتیاط بھی بتا دی ہے فرماتا ہے۔

یا یھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ
فتصبحوا علیٰ ما فعلتم ندمین (حجرات)

اے مومنو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لائے تو اُس کی تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفی سے کسی قوم پر حملہ کر دو اور پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہو جاؤ۔

منافقین کی بدعملیوں سے آگاہی کی تلقین

جماعتی نظام کے لئے چھٹا اصل یا ہدایت منافقین کی بداعمالیوں سے آگاہ رہنے کی تلقین ہے جس کے متعلق قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث کی اکثر روایات میں ذکر ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

"منظم جماعتوں میں منافقوں کا گروہ ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تنظیم نہ ہو تو منافقت

کرنے کی ضرورت کم ہی ہوتی ہے۔ لیکن جب ایک جماعت منظم ہو تو اسے چھوڑنا کمزور دل لوگوں کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ ایک طرف تو اپنی جماعت سے بھی تعلق بنائے رکھتے ہیں اور دوسری طرف خفیہ خفیہ اس کے مخالفوں سے بھی ساز باز شروع کر لیتے ہیں۔ جماعت احمدیہ چونکہ ایک منظم جماعت ہے۔ اسے اس خطرہ کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے۔ منافقوں کا وجود اس میں پایا جانا اس کی کمزوری کی علامت نہیں بلکہ اس کی تنظیم کا ثبوت ہے۔ ہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ منافقوں کی چالوں کو جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں سمجھے اور انہیں مدِ نظر رکھ کر منافقوں کو پہچانے اور ان سے وہی معاملہ کرے جو قرآن کریم نے تجویز کیا ہے اور ان کے ہتھکنڈوں میں نہ آئے کہ وہ شیطان کی طرح خیر خواہ بن کر ہی حملے کیا کرتے ہیں۔" (تفسیر کبیر جلد اول جزو اول ص۱۷۹)

دراصل اس قرآنی اصل کے ماتحت ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کے ہر فرد کو سورۂ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات اور ان کے ترجمہ کو زبانی یاد کرکے ہر وقت اپنے مدِ نظر رکھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ ان آیات میں منافقین کی تمام بڑی بڑی چالاکیوں کا ذکر آ گیا ہے۔ جن سے جماعتِ مومنین کو ہوشیار اور چوکس رہنا چاہیئے۔

تقرر مبلّغین و مربیان

جماعتی نظام کے لئے ساتواں اصل اصلاح و ارشاد کے لئے مبلغین اور مربیان کا تقرر ہے جو ایک طرف غیر مسلموں اور غیر از جماعت افراد تک پیغامِ حق پہنچانے کا کام کریں اور دوسری طرف افرادِ جماعت کو شرائع کی تعلیم دیں اور ان کی حکمت سے آگاہ کریں۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ۱۰۵)

تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جس کا کام صرف یہ ہو کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور نیک باتوں کی تعلیم دے اور بدی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۂ ہود کی آیت فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"ہمارا بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح یہ فرض رکھا گیا ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کے ساتھ دوسرے مومنوں کی اصلاح کا بھی فکر کریں۔ ایک ادنےٰ غور سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ

بغیر ایک کامل نظام کے اس حکم پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ایک مومن اپنے پاس کے مومن کو تو نصیحت کر سکتا ہے لیکن سب دنیا کے مومنوں کو بغیر نظام کے کس طرح نصیحت کر سکتا ہے۔ صرف مکمل نظام کے ذریعہ انسان گھر بیٹھا سب مسلمانوں کی خبر رکھ سکتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد سوم سورہ ہود صفحہ ۲۶۵)

مبلغین اور مربیان کے لئے عملی نمونہ پیش کرنے کی بھی تاکید قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین ہ

(حٰم سجدہ آیت ۳۴)

اور اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوگی جو کہ اللہ تعالےٰ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور خود بھی اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتا ہے اور کہتا ہے میں تو فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

لیکن اس غلطی کے احتمال کی وجہ سے کہ جماعت مومنین اصلاح وارشاد کے کام مبلغین و مربیان کے خاص طبقہ تک محدود کر کے خود کو کلیتہً اس سے آزاد نہ سمجھ لے شارع اسلام صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ یعنی جماعت مومنین کا جو شخص بھی کسی کو ناپسند اور خلاف شریعت فعل کا ارتکاب کرتے دیکھے تو خاموشی اختیار نہ کرے اور صرف اس خیال سے اپنے نفس کو تسلی نہ دے لے کہ اس کام کے لئے ایک جماعت مبلغین اور مربیان کی مقرر ہے بلکہ اسے چاہیئے کہ اس ناپسندیدہ فعل کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ یعنی اس کے ارتکاب سے روکے لیکن اگر اس کو ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی اصلاح کی کوشش کرے اور اگر اسے یہ طاقت بھی حاصل نہ ہو تو کم از کم اسے بُرا سمجھ کر اپنے دل میں ہی دعا کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کرے۔

باہمی اخوت

جماعتی نظام کے لئے آٹھواں اصل باہمی اخوت ہے جس کے لئے فاصبحتم بنعمتہ اخواناً دیکھو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے) انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم (مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اگر کبھی آپس میں رنجش پیدا ہو جائے تو فوراً صلح کر لیا کرو) جیسی آیات قرآنی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور احادیث میں اس کے لئے تفصیلی احکام وارد ہوئے ہیں۔ جن میں سے لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے کوئی حقیقی مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اس چیز

کو پسند نہیں کرتا جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ۔ مسلمان بچارہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ کی تکلیف محفوظ رہیں۔

المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے لہٰذا ایک کو دوسرے پر ظلم نہیں کرنا چاہیئے، اسے بے مدد نہیں چھوڑنا چاہیئے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھنا چاہیئے۔

ملعون من ضار مومنا او مکر بہ ۔ وہ شخص ملعون ہے جو مومن کو نقصان پہنچائے یا اسے دھوکہ دے۔

او من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلا یحد النظر الی اخیہ ۔ جو شخص اللہ تعالےٰ پر اور آخری دن پر ایمان لانے والا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو گھور کر دیکھے۔ چند ایک پیش کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تری المومنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی (تو مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے میں ایک دوسرے سے محبت کرنے میں اور ایک دوسرے سے جذبات عطوفت کے اظہار میں ایسا دیکھے گا جیسا کہ ایک جسم ہے کہ جب اس کا ایک عضو بیمار ہو یا تکلیف میں ہو تو تمام جسم بیماری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسلامی اخوت کا صحیح آئینہ دار ہے۔

جب جماعت مومنین ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی پر عمل پیرا ہو کر بنیان مرصوص کا مصداق ہو جاتی ہے تو مومنین اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی قومی سیرت کو اختیار کر لیتے ہیں۔

دین کو دنیا پر مقدم کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو دیکھو انہوں نے جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالےٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے۔"

(الحکم ۳۱ جنوری ۱۹۰۱ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

دشمنوں سے حُسنِ سلوک

مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب ایم ایس سی۔ قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ

اللہ تعالیٰ کے مامور جس قوم کی طرف مبعوث ہوتے ہیں۔ ان کے لئے سراسر رحمت بن کر آتے ہیں۔ ان کے دل میں یہ تڑپ اور یہ لگن ہوتی ہے کہ قوم یا امت کے ہر فرد کی اصلاح ہو جائے اور ان میں سے ایک بھی ضائع نہ ہو وہ ہر فرد کے خیر خواہ ہوتے ہیں اور کسی سے دشمنی کرنے کا خیال تک ان کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ان لوگوں کی بہبود کے لئے بھی کوشاں ہوتے اور دعائیں کرتے ہیں جو ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو کر ایذارسانی کا ہر حربہ استعمال کرتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو احیاء غلبۂ اسلام اور دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ حضورؑ کے بعض ملفوظات ذیل میں ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔ جس سے پتہ لگے گا کہ حضورؑ اپنے مخالفین اور معاندین کے بارے میں کیا خیالات رکھتے تھے۔ حضورؑ نے ان کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کیا اور اپنی جماعت کو اس بارے میں کیا ہدایات دیں۔

(۱)

اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے ایک مرتبہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

"اصل بات یہ ہے کہ سب سے مشکل اور نازک مرحلہ حقوق العباد ہی کا ہے کیونکہ ہر وقت اس کا معاملہ پڑتا ہے اور ہر آن یہ ابتلاء سامنے رہتا ہے۔ پس اس مرحلہ پر بہت ہی ہوشیاری سے قدم اٹھانا چاہیئے۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی حد سے زیادہ سختی نہ ہو۔ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اس کی تخریب اور بربادی کے لئے سعی کی جاوے۔ پھر وہ اس فکر میں پڑ کر جائز اور ناجائز امور کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اس کو بدنام کرنے کے واسطے جھوٹی تہمت اس پر لگاتے، افترا کرتے اور اس کی غیبت کرتے اور دوسروں کو اس کے خلاف اکساتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ معمولی دشمنی سے کس قدر برائیوں اور بدیوں کا وارث بنا اور پھر یہ بدیاں جب اپنے بچے دیں گی تو کہاں تک نوبت پہنچے گی۔

میں سچ کہتا ہوں کہ تم کسی کو اپنا ذاتی دشمن نہ سمجھو اور اس کینہ توزی کی عادت کو بالکل ترک کردو۔ اگر خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تم خدا تعالیٰ کے ہوجاؤ تو وہ دشمنوں کو بھی تمہارے خادموں میں داخل کرسکتا ہے۔ لیکن اگر تم خدا ہی سے قطع تعلق کئے بیٹھے ہو اور اس کے ساتھ ہی کوئی رشتہ دوستی کا باقی نہیں۔ اس کی خلاف مرضی تمہارا چال چلن ہے۔ پھر خدا سے بڑھ کر تمہارا دشمن کون ہوگا؟ مخلوق کی دشمنی سے انسان بچ سکتا ہے۔ لیکن جب خدا دشمن ہو تو پھر اگر ساری مخلوق دوست ہو تو کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تمہارا طریق انبیاء علیہم السلام کا سا طریق ہو۔ خدا تعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ ذاتی اعداء کوئی نہ ہوں۔

خوب یاد رکھو کہ انسان کی شرف اور سعادت تب ملتی ہے جب وہ ذاتی طور پر کسی کا دشمن نہ ہو۔ ہاں اللہ اور اس کے رسول کی عزت کے لئے الگ امر ہے۔ یعنی جو شخص خدا اور اس کے رسول کی عزت نہیں کرتا بلکہ ان کا دشمن ہے اسے تم اپنا دشمن سمجھو۔ اس دشمنی سمجھنے کے یہ معنے نہیں ہیں کہ تم اس پر افترا کرو۔ اور بلاوجہ اس کو دکھ دینے کے منصوبے کرو۔ نہیں بلکہ اس سے الگ ہوجاؤ اور خدا تعالیٰ کے سپرد کرو۔ ممکن ہو تو اس کی اصلاح کے لئے دعا کرو۔ اپنی طرف سے کوئی نئی بھاجی اس کے ساتھ شروع نہ کرو۔" (ملفوظات جلد ہشتم ص۱۰۴)

~~~~(۲)~~~~

ایک دفعہ سیر کے دوران حضرت اقدس نے فرمایا کہ

"جھوٹ جیسا لعنتی کام اور کوئی نہیں اور پھر خصوصاً وہ جھوٹ جو کہ آبرو عزت وغیرہ پر ہوتا ہے۔"

اس کے بعد اسی آبرو کے مضمون پر حضرت اقدس نے ایک واقعہ بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ہر ایک کی آبرو حتیٰ کہ اپنے دشمن کی آبرو کا بھی کس قدر خیال ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"قتل کے مقدمہ میں ہمارے ایک مخالف گواہ کی وقعت کو عدالت میں کم کرنے کی نیت سے ہمارے وکیل نے چاہا کہ اس کی ماں کا نام دریافت کرے۔ مگر میں نے اسے روکا اور کہا کہ ایسا سوال نہ کرو جس کا جواب وہ مطلق دے ہی نہ سکے۔ اور ایسا داغ ہرگز نہ لگاؤ جس سے اسے مفر نہ ہو۔ حالانکہ ان ہی لوگوں نے میرے پر جھوٹے الزام لگائے جھوٹا مقدمہ بنایا۔ افترا باندھے اور قتل اور قید میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ میری عزت پر کیا کیا حملے کر چکے ہوئے تھے۔ اب بتلاؤ کہ میرے پر کونسا خوف طاری تھا کہ میں نے اپنے وکیل کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ صرف بات یہ تھی کہ میں اس بات پر قائم ہوں کہ کسی پر ایسا حملہ نہ ہو کہ واقعی طور پر اس کے دل کو صدمہ دے۔ اور اسے کوئی راہ مفر کی نہ ہو۔"
~~~~

ایک مخلص خادم نے عرض کی کہ حضور میرا دل تو اب بھی خفا ہوتا ہے کہ یہ سوال کیوں اس پر نہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ "میرے دل نے گوارا نہ کیا"

اس نے پھر کہا کہ یہ سوال ضرور ہونا چاہیئے تھا آپ نے فرمایا۔

"خدا نے دل ہی ایسا بنایا ہے تو بتلاؤ میں کیا کروں۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۲)

(۳)

حضرت اقدس اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"یہ بھی یاد رکھو کہ ہمارا طریق نرمی ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اپنے مخالفوں کے مقابل پر نرمی سے کام لیا کرے تمہاری آواز تمہارے مقابل کی آواز سے بلند نہ ہو۔ اپنی آواز اور لہجہ کو ایسا بناؤ کہ کسی دل کو تمہاری آواز سے صدمہ نہ ہو۔ ہم قتل اور جہاد کے واسطے نہیں آئے بلکہ ہم مقتولوں اور مُردہ دلوں کو زندہ کرنے اور ان میں زندگی کی روح پھونکنے کو آئے ہیں۔ تلوار سے ہمارا کاروبار نہیں۔ نہ یہ ہماری ترقی کا ذریعہ ہے۔ ہمارا مقصد نرمی ہے اور نرمی سے اپنے مقاصد کی تبلیغ ہے۔ غلام کو وہی کرنا چاہیئے جو اس کا آقا اس کو حکم کرے جب خدا نے ہمیں نرمی کی تعلیم دی ہے تو ہم کیوں سختی کریں۔ ثواب تو فرمانبرداری میں ہوتا ہے اور دین تو یہی اطاعت کا نام ہے نہ یہ کہ اپنے نفس اور ہوا و ہوس کی تابعداری سے جوش دکھائیں۔

یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں نہیں نکل سکتیں وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے۔ جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آکر آپے سے باہر ہو جاتا ہے ... مغضوب الغضب ہوتا ہے اس کی عقل موٹی اور فہم کند ہو جاتا ہے۔ اس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیئے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے ..... سو دیکھو اگر تم لوگ ہمارے اصل مقصد کو نہ سمجھو گے اور شرائط پر کاربند نہ ہو گے تو ان وعدوں کے وارث تم کیسے بن سکتے ہو جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں .... جادلهم بالتی هی احسن کے موافق اپنا عمل درآمد رکھو.....

اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ کہیں پیرایہ ایسا نہ ہو جاوے کہ اس کا رنگ نفاق سے مشابہ ہو۔ موقعہ کے موافق ایسی کارروائی کرو جس سے اصلاح ہوتی ہو۔ تمہاری نرمی ایسی ہو کہ نفاق بن جاوے اور تمہارا غضب ایسا نہ ہو کہ بارود کی طرح جب آگ لگے تو ختم ہونے میں ہی نہیں آتی۔ بعض لوگ تو غصہ

سے سودائی ہو جاتے ہیں اور اپنے ہی سر میں پتھر مار لیتے ہیں۔ اگر ہمیں کوئی گالی دیتا ہے تب بھی صبر کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب کسی کے پیر و مرشد کو گالیاں دی جاویں یا اس کے رسول کو ہتک آمیز کلمے کہے جاویں تو کیسا جوش ہوتا ہے۔ مگر تم صبر کرو اور حلم سے کلام کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا اس وقت کا غصہ کوئی خرابی پیدا کردے جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو یا کوئی مقدمہ بنے جس سے سب کو تشویش ہو۔ سب نبیوں کو گالیاں دی گئی ہیں۔ یہ انبیاء کا ورثہ ہے۔ ہم اس سے کیونکر محروم رہ سکتے تھے۔ ایسے بن جاؤ کہ گویا مسلوب الغضب ہو۔ تم کو گویا غضب کے قوے ہی نہیں دیئے گئے۔" (ملفوظات جلد پنجم ص۱۲۶ تا ص۱۲۸)

(۴)

منشی عبد الحق صاحب قصوری طالب علم بی۔ اے کلاس لاہور جو عرصہ تین سال سے عیسائی تھے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کے لئے قادیان آئے اور حضور سے ذکر کیا کہ جب میں نے یہاں آنے کا ارادہ کیا اور ایک عیسائی سے اس کا ذکر کیا تو اس نے آپ کو گالی دی اس پر حضور نے فرمایا:-

"گالیاں دیتے ہیں اس کی تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ بہت سے خطوط گالیوں کے آتے ہیں جن کا مجھے محصول بھی دینا پڑتا ہے اور کھولتا ہوں تو گالیاں ہوتی ہیں۔ اشتہاروں میں گالیاں دی جاتی ہیں ۔۔۔۔ مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے اور خدا کا نور کبھی بجھ سکتا ہے ہمیشہ نبیوں، راستبازوں کے سلسلہ ناشکروں نے یہی سلوک کیا ہے۔ ہم جن کے نقش قدم پر آئے ہیں مسیح ناصری ان کے ساتھ کیا ہوا اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا۔ اب تک ناپاک طبع لوگ گالیاں دیتے ہیں۔ میں تو بنی نوع انسان کا حقیقی خیر خواہ ہوں۔ جو مجھے دشمن سمجھتا ہے وہ خود اپنی جان کا دشمن ہے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم ص۱۲۶)

ایک اور ملاقات میں حضور نے منشی عبد الحق صاحب موصوف کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"خدا بہتر جانتا ہے اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں تو اپنے دشمن کا بھی سب سے بڑھ کر خیر خواہ ہوں کوئی میری باتوں کو سنے بھی ۔۔۔" (ایضاً ص۱۴۱)

(۵)

مخالفانہ تحریروں کے سلسلہ میں فرمایا:-

"مخالف جو گالیاں دیتے ہیں اور گندے اور ناپاک اشتہار شائع کرتے ہیں۔ ہم کو ان کا جواب گالیوں سے کبھی دینا نہیں چاہیئے۔ ہم کو سخت زبانی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ سخت زبانی سے برکت جاتی رہتی ہے۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ ہم اپنی برکت کو کم کریں۔ ان کو تو مخاطب کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ

بجائے خود واجب الرحم ہیں۔ ہاں فضول باتوں کو نکال کر اگر کسی معقول اعتراض کا جواب عوام کو دھوکہ سے بچانے کے لئے دیا جاوے تو نامناسب نہیں۔ اگر ہم ان کے مقابل پر سخت زبانی کا استعمال کریں تو یہ تو اپنے مرتبہ کا بھی تنزل ہے۔ اگر کبھی سخت لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ تو وہ حق کی لازمی حرارت ہے۔ جو دوا کے طور پر ہے۔ جس کی نظیر انجیل اور نبیوں کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ ریس اور تقلید کرنا انبیاء کا کام نہیں۔ نام تو وہی ہوتا ہے جو آسمان پر رکھا جاتا ہے کسی کے ظالم، کافر کہنے سے کیا بنتا ہے۔ زمینی ناموں کا آخر خاتمہ ہوجاتا ہے اور آسمانی نام ہی رہ جاتے ہیں۔ پس دنیا کے کیڑوں کے ناموں کی کیا پرواہ؟ اس نام کی قدر کرو جو آسمان پر نیک لکھا جاوے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم ص۲۱۷، ۲۱۸)

(۶)

۱۹۰۱ء کی بات ہے کہ میرٹھ کے ایک زمیندار و تاجر شیخ عبدالرشید صاحب (جو خاکسار کے خالو تھے) حضرت اقدس سے بعد نماز ملے۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رضؓ نے ان کا تعارف کرایا۔ ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ کے متعلق ذکر آنے پر شیخ عبدالرشید صاحب نے عرض کی کہ میں نے تو ارادہ کیا تھا کہ بذریعہ عدالت اس کے سخت توہین آمیز (مضمون) پر نوٹس لوں۔ حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا:۔

"ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے۔ یہ گناہ میں داخل ہوگا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدم کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیں۔" (ملفوظات جلد سوم ص۲۹۰)

(۷)

حضور اس وقت کے علماء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مجھے گالیاں دیتے ہیں لیکن میں ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ان پر افسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ اس مقابلہ سے عاجز آگئے ہیں اور اپنی عاجزی اور فرومایگی کو بجز اس کے نہیں چھپا سکتے کہ گالیاں دیں کفر کے فتوے لگائیں۔ جھوٹے مقدمات بنائیں اور قسم قسم کے افترا اور بہتان لگائیں۔ وہ اپنی ساری طاقتوں کو کام میں لاکر میرا مقابلہ کرلیں اور دیکھ لیں کہ آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔ میں ان کی گالیوں کی اگر پرواہ کروں تو وہ اصل کام جو خدا تعالیٰ نے مجھے سپرد کیا ہے رہ جاتا ہے۔ اس لئے جہاں میں ان کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتا میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان کو مناسب ہے کہ ان کی گالیاں سنکر برداشت کریں۔ اور ہرگز ہرگز گالی کا جواب گالی سے نہ دیں کیونکہ اس طرح پر برکت جاتی رہتی ہے وہ صبر اور برداشت کا نمونہ ظاہر کریں اور اپنے اخلاق دکھائیں یقیناً یاد رکھو کہ عقل اور

جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بُردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں۔ اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صـ۲۸۲)

(۸)

۲۶ رمئی ۱۹۰۲ء کو کچھ خدام حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مختلف باتوں کے تذکرہ کے اثناء میں فرمایا۔

"میں بڑی تاکید سے اپنی جماعت کو جہاں کہیں وہ ہیں منع کرتا ہوں کہ وہ کسی قسم کا مباحثہ مقابلہ اور مجادلہ نہ کریں۔ اگر کہیں کسی کو کوئی دُرشت اور نا ملائم بات سننے کا اتفاق ہو تو اعراض کرے۔ میں بڑے وثوق اور سچے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری تائید میں آسمان پر خاص تیاری ہو رہی ہے۔ ہماری طرف سے ہر پہلو کے لحاظ سے لوگوں پر حجت پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے اب خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے اس کارروائی کے کرنے کا ارادہ فرمایا ہے جو وہ اپنی سنت قدیم کے موافق اتمام حجت کے بعد کیا کرتا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر ہماری جماعت کے لوگ بدزبانیوں اور فضول بحثوں سے باز نہ آئیں گے۔ تو ایسا نہ ہو کہ آسمانی کارروائی میں کوئی تاخیر اور روک پیدا ہو جاوے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہمیشہ اس کا عتاب ان لوگوں پر ہوتا ہے۔ جن پر اس کے فضل اور عطایات بے شمار ہوں اور جنہیں وہ اپنے نشانات دکھا چکا ہوتا ہے۔ وہ ان لوگوں کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتا کہ انہیں عتاب یا خطاب یا ملامت کرے۔ جن کے خلاف اس کا آخری فیصلہ نافذ ہونا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے فاصبر کما صبر اولوا العزم ولا تستعجل لھم اور فرماتا ہے ولا تکن کصاحب الحوت ...... یہ محبت آمیز عتاب اس بات پر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت جلد فیصلہ کفار کے حق میں چاہتے تھے مگر خدا تعالیٰ اپنے مصالح اور سنن کے لحاظ سے بڑے توقف اور حلم سے کام کرتا ہے۔ لیکن آخر کار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو ایسا کچلا اور ایسا پیسا کہ ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ اسی طرح پر ممکن ہے کہ ہماری جماعت کے بعض لوگ طرح طرح کی گالیاں، افترا پردازیاں اور بدزبانیاں خدا تعالیٰ کے سچے سلسلے کی نسبت سن کر اضطراب اور استعجال میں پڑیں۔ مگر انہیں خدا تعالیٰ کی اس سنت کو جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برتی گئی ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے اس لئے میں پھر اور بار بار تاکید کرتا ہوں کہ [illegible]

تحریکوں اور تقریبوں سے کنارہ کشی کرو اس لیے کہ جو کام تم کرنا چاہتے ہو یعنی دشمنوں پر حجت پوری کرنا وہ اب خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۵۲، ۲۵۳)

~~~~(۹)~~~~

جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"آخر کار میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم دشمن کے مقابلہ پر صبر اختیار کرو۔ تم گالیاں سن کر چپ رہو۔ گالی سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ گالی دینے والے کے اخلاق کا پتہ لگتا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم کو کوئی زدوکوب بھی کرے تب بھی صبر سے کام لو۔ یہ یاد رکھو کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے دل سخت نہ ہوتے تو وہ کیوں ایسا کرتے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری جماعت امن جو ہے اگر وہ ہنگامہ پرداز ہوتی تو بات بات پر لڑائی ہوتی . . . .

ہمارا مذہب یہی ہے کہ ہم بدی کرنے والے سے نیکی کرتے ہیں۔ یہی گھر جو سامنے موجود ہے۔ اس کے متعلق میرے لڑکے مرزا سلطان احمد نے مقدمہ کیا تھا باوجودیکہ میرے لڑکے نے مقدمہ کیا تھا اور یہ سخت ایذا دینے والے دشمن تھے۔ مگر میں نے کہا کہ میں اظہار نہیں دوں گا۔ کیا اس وقت میں نے سلطان احمد کی رعایت کی تھی یا ان کی؟ اور ان کی دشمنیوں کا خیال رکھا یا ان کے ساتھ نیکی کی؟ یہ ایک ہی بات نہیں۔ جب ان کو میری مدد کی ضرورت ہوئی میں نے ان کو مدد دی ہے اور دیتا رہتا ہوں۔ جب ان کو مصیبت آئی یا کوئی بیمار ہوا تو میں نے کبھی سلوک یا دوا دینے سے دریغ نہیں کیا۔ ایسی حالت میں کہ ہم ان سے سلوک کرتے ہیں اور ان کی سختیوں پر صبر کرتے ہیں تم ان کی بدسلوکیوں کو خدا پر چھوڑ دو۔ وہ خوب جانتا ہے اور اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ میں تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ ان سے نرمی کرو اور خدا تعالیٰ سے دعا کرو۔ مگر یہ بھی یاد رکھو کہ دعائیں منظور نہ ہوں گی۔ جب تک تم متقی نہ ہو۔"

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۶۳)

~~~~(۱۰)~~~~

حضور علیہ السلام نے بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کو اپنا مذہب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک دشمن کے لیے دعا نہ کی جاوے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ میں اللہ تعالیٰ نے قید نہیں لگائی کہ دشمن کے لیے دعا کرو تو قبول نہیں کروں گا بلکہ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے لیے دعا

[illegible]

[illegible] اللہ عنہ اسی سے مسلمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے

لئے اکثر دُعا کیا کرتے تھے۔ اس لئے بخل کے ساتھ ذاتی دشمنی نہیں کرنی چاہیئے اور حقیقتہً موذی نہیں ہونا چاہیئے شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دو تین مرتبہ دعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا نہیں اور یہی میں تمہیں کہتا ہوں اور سکھاتا ہوں۔ خدا تعالےٰ اس سے کہ کسی کو حقیقی طور پر ایذا پہنچائی جاوے اور ناحق بخل کی راہ سے دشمنی کی جاوے ایسا ہی بیزار ہے جیسے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس کے ساتھ ملایا جاوے۔ ایک جگہ وہ فصل نہیں چاہتا اور ایک جگہ وصل نہیں چاہتا۔ یعنی بنی نوع کا باہمی فصل اور اپنا کسی غیر کے ساتھ وصل۔ اور یہ وہی راہ ہے کہ منکروں کے واسطے بھی دعا کی جاوے۔ اس سے سینہ صاف اور انشراح پیدا ہوتا ہے اور ہمت بلند ہوتی ہے۔ اس لئے جب تک ہماری جماعت یہ رنگ اختیار نہیں کرتی۔ اس میں اور اس کے غیر میں پھر کوئی امتیاز نہیں ہے۔ ... پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تمہیں چاہیئے کہ تم ایسی قوت بنو جس کی نسبت آیا ہے فَاِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔ یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم جلیس بدبخت نہیں ہوتا۔ یہ خلاصہ ہے ایسی تعلیم کا جو تخلقوا باخلاق اللہ میں پیش کی گئی ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۹۵-۹۶)

امتحان انصار اللہ سہ ماہی دوم

انصار اللہ سال رواں کا دوسرا امتحان انشاء اللہ العزیز $\frac{۲۷}{۲۹}$ جون کو منعقد ہوگا نصاب درج ذیل ہے

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۱۴ ربع دوم و سوم ۲۔ تعلیم القرآن سے متعلق تین احادیث الرسولؐ
۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین الہامی دعائیں

تمام ناظمین اضلاع۔ زعماء اعلےٰ اور زعماء حضرات سے گزارش ہے کہ وہ تمام اراکین کو نصاب سے مطلع کر دیں اور زیادہ سے زیادہ اراکین کو اس میں شامل کرانے کی کوشش کریں۔ (قائد تعلیم)

انصار اللہ کی ماہانہ رپورٹ کارگزاری

جن مجالس انصار اللہ نے ابھی تک اپنی ماہانہ رپورٹ کارگزاری بابت ماہ ہجرت مئی $\frac{\text{۱۳۵۲ ہش}}{\text{۱۹۷۳ء}}$ ارسال نہیں کی ان سے درخواست ہے کہ وہ جلد رپورٹ مرکز میں بھجوادیں۔ یہ رپورٹ مطبوعہ فارم پر آنی چاہیئے۔ اگر آپ کے پاس فارم نہ ہوں تو براہ کرم فوری طور پر دفتر انصار اللہ مرکزیہ سے خط لکھ کر منگوالیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض روایات

مکرم مولوی عبد الرحمن صاحب انور۔ ربوہ

محترم چوہدری غلام حسین صاحب ساکن چک نمبر ۹۸ شمالی سرگودھا

خاکسار ۲۱ جولائی ۱۹۳۸ء کو تبلیغی دورہ پر چک نمبر ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا میں گیا تو مکرم محترم چوہدری غلام حسین صاحب صحابی نے اپنی بیعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے حسب ذیل حالات مجھے لکھائے تھے۔

مکرم چوہدری غلام حسین صاحب نے فرمایا کہ ضلع سرگودھا میں بطور آبادکار آنے سے پہلے ہمارا وطن ضلع سیالکوٹ تھا جس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیکچر سیالکوٹ دیا تھا اس کے چھ ماہ بعد میں نے بیعت کی تھی یعنی اندازاً ۱۹۰۶ء میں میں نے سیالکوٹ میں تحریری بیعت کی اور پھر سرگودہا آگیا۔ جب میں قادیان گیا تو صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بیمار تھے چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصروف تھے اس لئے صرف چار دن ہی قادیان رہا۔ جب ہم سرگودہا پہنچے تو اطلاع ملی کہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔

ان دنوں مہمان خانہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب والے مکان میں ہوتا تھا۔ مہمان روٹی بھی وہیں کھایا کرتے تھے اس مکان کی چھت پر ہم سیڑھیوں کے راستے گئے ہمارے ساتھ ایک دو امرتسر کے بھی تھے اور چوہدری علی محمد صاحب گوندل چک ۹۹ شمالی والے بھی تھے۔ ایک بڑھیا عورت نے چار پائی بچھا دیا کہ ... سے ایک طرف بچھا دیا گیا لیکن غلطی سے یہ چارپائی اس جانب تھی جدھر سے

حضرت صاحب نے آنا تھا۔ حضور تشریف لائے اور اسی ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھ گئے جو اس جانب بچھی ہوئی تھی۔ حضور صرف سفید قمیص پہنے ہوئے تھے۔ ٹوپی رومی یعنی ترکی ٹوپی تھی۔ شلوار بھی سفید تھی اور جوتی پہنے ہوئے تھے۔ امرتسری دوست نے چونکہ حضور کو پہلے دیکھا ہوا تھا۔ انہوں نے فوراً ہی کہا کہ یہ حضرت صاحب آ گئے ہیں۔ ہم نے چونکہ حضور کو پہلے دیکھا ہوا نہ تھا اس لئے خاموش بیٹھے رہے۔ حضور نے چارپائی پر تشریف رکھ کر دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے ہیں۔ ہم نے کہا سرگودہا سے وہاں ایک نہر لوئر جہلم ہے اس پر آباد کار ہیں۔ حضور نے فرمایا سرگودہا کو ہم جانتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور تحریری بیعت پہلے کر چکا ہوں۔ اب دستی بیعت کرنی چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا بہت اچھا۔ سب سے نیچے ہاتھ چوہدری علی محمد صاحب کا تھا اوپر میرا ہاتھ اور میرے ہاتھ کے اوپر امرتسری صاحب کا ہاتھ تھا۔ بیعت کے بعد حضور کی خدمت میں نذرانہ پیش کی۔ پھر عرض کیا کہ میرے پاس سوا آٹھ روپے زکوٰۃ کے ہیں وہ کس کو دوں۔ حضور نے فرمایا مجھے دے دو۔ میں نے دے دیئے۔ لیکن اپنی ناسمجھی کی وجہ سے طبیعت میں کچھ انقباض سا رہا لیکن پھر مجھے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ساکن بھڈال ضلع سیالکوٹ نے بتایا کہ حضور زکوٰۃ کی رقم اپنے پاس نہیں رکھتے بلکہ مستحقین کو دے دینے کے لئے دفتر میں دے دیتے ہیں اس لئے کوئی حرج نہیں جس پر انشراح ہو گیا۔ حضرت صاحب کے حضور حجاب اور رعب کی وجہ سے کچھ عرض نہ کر سکا تھا۔

جب ہم مسجد مبارک میں بیعت کر کے آئے تو حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے مسجد مبارک میں ہمیں مخاطب کر کے فرمایا "زمیندارو مرزا ڈٹھا جے" ہم نے کہا حضور دیکھا ہے۔ پھر ہم بٹالہ تک پیدل آئے اور پھر گاڑی پر سوار ہو کر سرگودہا آ گئے۔

محترم چوہدری غلام رسول صاحب بسرا ساکن چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودہا

مندرجہ ذیل واقعات خاکسار نے مکرم چوہدری غلام رسول صاحب سے ۲۵ ۷/۳۳ کو جبکہ خاکسار تبلیغی دورہ پر وہاں پہنچا ان کی زبانی نوٹ کئے۔

میرا پرانا وطن گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ ہے۔ موجودہ سکونت چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودہا میں ہے۔ میں نے بیعت ۱۹۰۵ء میں کی تھی۔ لیکن قادیان ۱۹۰۰ء کے جلسہ سالانہ پر گیا تھا۔ ہم نے حضور کو نبی سمجھ کر ہی بیعت کی تھی۔ حضور مسجد اقصیٰ میں قبر کے پاس جہاں شہتوت کا ایک درخت ہوا کرتا تھا وہاں تشریف فرما تھے۔ جب ہم مسجد میں گئے تو مکرم میر نذیر حسین صاحب ساکن گھٹیالیاں نے دور ہی سے حضور کو مخاطب کر کے کہا کہ حضور ڈاکٹر عبداللہ شاہ صاحب رعیہ والے حضور کو سلام عرض کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا وعلیکم السلام نیز دریافت فرمایا کہ وہ خوش

تھے ؟ مکرم سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹ والوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہم سب لوگ حضور کے گھر پر حضور سے ملیں اور جو کچھ ہدیہ پیش کرنا ہے وہاں پیش کریں۔ چنانچہ ہم ۲۵ کے قریب آدمی حضرت صاحب کے گھر ملاقات کے لئے گئے۔ وہاں چارپائیاں کچھ چھوٹی اور کچھ بڑی بچھی ہوئی تھیں کوئی کسی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ کوئی کسی چارپائی پر بیٹھ گیا اور کچھ ایک چھوٹی سی دیوار پر بیٹھ گئے۔ حضور تشریف لائے اور ایک چھوٹی سی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ لوگ حضور کی تشریف آوری پر اٹھنے لگے۔ حضور نے فرمایا! اٹھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضور کے گھر میں سادگی تھی کچھ کھدر کی رضائیاں دھوپ میں سکھانے کے لئے دیوار وں پر ڈالی گئی تھیں بلکہ اعلیٰ زمیندارہ گھرانا معلوم ہوتا تھا۔

حضور کے ہمراہ سیر کو جانے کا بھی موقعہ ملا۔ جب حضور ریتی چھلہ پہنچے تو لسوڑی کے درخت کے نیچے لوگ حضور سے مصافحہ کے لئے جمع ہو گئے۔ لوگوں نے حضور کے گرد حلقہ بنا لیا۔ میں نے حضور کی خدمت میں ایک روپیہ نذرانہ کے طور پر پیش کیا۔ مکرم مولوی غلام محمد صاحب جو آجکل چک ۹۹ شمالی میں مقیم ہیں انہوں نے پانچ روپے دیئے۔ میں نے مولوی غلام محمد صاحب کو کہا کہ پانچ روپے دینے کی کیا ضرورت تھی۔ مولوی غلام محمد صاحب نے کہا کہ نبی کے ہاتھ پر پانچ روپے سے کم رقم رکھنے کو جی نہیں چاہتا

میں نے مصافحہ کے وقت حضور کے ہاتھوں کو دیکھا تو پشت کی جانب سے سردی سے پھٹے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ حضور کے ہاتھ ہمارے جیسے تھے یعنی وزنی تھے بالآخر ہم وہیں سے واپس اپنے گاؤں آ گئے۔

اس زمانہ میں ہمارا یہ خیال تھا کہ احمدی گنہگار اور بے نماز نہیں ہوتے۔ قادیان میں جہاں جی چاہتا ہم اپنا سامان رکھتے۔ حفاظت کی کوئی ضرورت نہ ہوتی تھی ؂

ذکر الٰہی ۔ تسبیح و تحمید

انصار احباب قرب الٰہی کے لئے مندرجہ ذیل امور کے لئے خاص طور پر کوشاں رہیں

ا۔ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہیں

ب۔ تہجد کی ادائیگی کے لئے کوشش کریں

ج۔ ذکر الٰہی سے ہر وقت اپنے دل کو معمور رکھیں اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک تسبیح و تحمید اور درود و استغفار پر تندہی سے کاربند رہیں ؂

(قیادت تربیت مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

احسان ۲ ۱۳۵۲ ھ ش

جون ۱۹۵۳ء

تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر (آل عمران)

[illegible] کا ترجمان

الفرقان ربوہ

ابتلاء مومنوں کے لئے ترقی کا موجب ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ اس طرح انہیں دونوں بہشتوں کا مزہ چکھانا چاہتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''مومنوں کو جو تکالیف اور مصائب آتے ہیں وہ بھی ان کی ترقی کا باعث ہیں تا کہ ان کو تجربہ ہو جاوے ۔ اللہ تعالیٰ پھر ان کے دن پھیر دیتا ہے ۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے شکنجے کے دن آتے ہیں اس پر بہائمی زندگی کا اثر نہیں رہتا اس پر ایک موت ضرور آتی ہے اور خدا شناسی کے بعد وہ لذتیں اور ذوق جو بہائمی صورت میں معلوم ہوتے تھے نہیں رہتے بلکہ ان میں تلخی اور کدورت اور کراہت پیدا ہوتی ہے اور نیکیوں کی طرف توجہ کرنا ایک معمولی عادت ہو جاتی ہے ۔ پہلے جو نیکیوں کے کرنے میں طبیعت پر گرانی اور سختی ہوتی تھی وہ نہیں رہتی ۔

پس یاد رکھو کہ جب تک نفسانی جوشوں سے ملی ہوئی مرادیں ہوتی ہیں اس وقت تک خدا ان کو مصلحتاً الگ رکھتا ہے اور جب رجوع کرتا ہے تو پھر وہ حالت نہیں رہتی ۔ اس بات کو کبھی مت بھولو کہ دنیا روزے چند آخرکار با خداوند ۔ اتنا ہی کام نہیں کہ کھا ہی لیا اور بہائم کی طرح زندگی بسر کر لی ۔ انسان بہت بڑی ذمہ داریاں لے کر آتا ہے اس لئے آخرت کی فکر کرنی چاہیئے اور اس کی تیاری ضروری ہے ۔ اس تیاری میں جو تکالیف آتی ہیں انہیں رنج و تکلیف کے رنگ میں نہ سمجھو بلکہ اللہ تعالیٰ یہ ان پر بھیجتا ہے جن کو دونوں بہشتوں کا مزہ چکھانا چاہتا ہے و لمن خاف مقام ربه جنتان ۔ مصائب آتے ہیں تاکہ ان عارضی امور کو جو تکلف کے رنگ میں ہوتے ہیں نکال دے ۔ مولوی رومی نے کیا اچھا کہا ہے

عشق اول سرکش و خونی بود　　　تا گریز دهر که بیرونی بود''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۰۷ ، ۲۰۸)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا